

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

رَاشِدِي بَغْدِي زَاهِسَانِ خُدا اَست
پَرْدِه نَامُوسِ دِینِ مُصْطَفَا اَست

فَلَا يَأْخُذُ خَتَمُ نُبُوءَاتِ كَا تَرْجُمَانِ

العاقِب مَلِكُهَا الْأَهْلُ

مُحَرَّرٌ ۱۴۳۱ هـ

جَنُورِي ۲۰۱۰ ع

زِيَارَتِ

حَسَنٌ عَلَمٌ قَطْ خَادِمِ حُسَيْنٍ رَضَوِي

تعارف و العاقب

میں نے اپنے اس عہد کے احباب سے محض غرضی طور پر ملاقات کی ہے۔
 ان کے بارے میں کچھ سنا ہے اور کچھ دیکھا ہے۔ مجھے ان کے نام و معرفت خاتم النبیین کا ہے۔
 ان کے بارے میں میری معلومات ان کے "تعارف و العاقب" سے استخراج کر کے "تعارف و العاقب" کے نام سے لکھی گئی ہیں۔
 ان کے بارے میں کچھ سنا ہے اور کچھ دیکھا ہے۔ مجھے ان کے نام و معرفت خاتم النبیین کا ہے۔
 ان کے بارے میں میری معلومات ان کے "تعارف و العاقب" سے استخراج کر کے "تعارف و العاقب" کے نام سے لکھی گئی ہیں۔

ان کے بارے میں کچھ سنا ہے اور کچھ دیکھا ہے۔ مجھے ان کے نام و معرفت خاتم النبیین کا ہے۔
 ان کے بارے میں میری معلومات ان کے "تعارف و العاقب" سے استخراج کر کے "تعارف و العاقب" کے نام سے لکھی گئی ہیں۔

ان کے بارے میں کچھ سنا ہے اور کچھ دیکھا ہے۔ مجھے ان کے نام و معرفت خاتم النبیین کا ہے۔
 ان کے بارے میں میری معلومات ان کے "تعارف و العاقب" سے استخراج کر کے "تعارف و العاقب" کے نام سے لکھی گئی ہیں۔

ان کے بارے میں کچھ سنا ہے اور کچھ دیکھا ہے۔ مجھے ان کے نام و معرفت خاتم النبیین کا ہے۔
 ان کے بارے میں میری معلومات ان کے "تعارف و العاقب" سے استخراج کر کے "تعارف و العاقب" کے نام سے لکھی گئی ہیں۔

تعارف و العاقب

فلان خاتم النبیین
 پاکستان کا بھائی

العاقب

نگران

شیخ المصطفیٰ حسن شاہ

خادم حسین رضوی

خان محمد قاری

مدیر

محمد وحید نور

نہجین منظم

ظہیر عباس، حافظ محمد فرہان
 محمد ساجد الرحمن

قیمت 20 روپے

سالاہ 300 روپے

امام الجاہلین: حضرت علامہ محمد فضل حق خیر آبادی
 جہاد محمد کتانی: حضرت مولانا احمد اللہ شاہ مدنی
 بی ہداسم: حضرت مولانا سید کفایت علی کافی
 عارف کامل: حضرت مولانا غلام دوستگیر قزوینی
 سیف نیام: حضرت فضل احمد لدیانوی
 محمد بن نبوت: حضرت مولانا احمد صافان ربوی
 قاطع مرزیت: حضرت پیر سید علی شاہ گورونی
 زبدۃ الاعیاد: حضرت خواجہ محمد سلطان علم نقشبندی
 امیر ملت: حضرت سید جماعت علی شاہ علی پوری
 شیخ الاسلام: حضرت علامہ ابو اللہ خان حبشی
 مجاہد اسلام: حضرت علامہ محمد ضیاء الدین سیادی
 سبحان زمان: حضرت علامہ محمد حسن فیضی
 منظر اسلام: حضرت مولانا نواب الدین رحمانی
 محمد علی پاکستان: حضرت مولانا محمد سرفراز احمد حق قادری
 مجاہد تہذیب: حضرت سید پیر محمد الیاس بریلی
 فاضل مرزیت: حضرت مولانا محمد کرم الدین دہری
 قائد تحریک ختم نبوت: حضرت مولانا ابوالقاسم سنات قادری
 حافظ الحدیث: حضرت مولانا سید عبداللہ الدین شاہ
 شاعر مشرق: حضرت علامہ ذاکر محمد اقبال
 عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم: حضرت ذاکر محمد الیاس
 قائد تحریک پاکستان: حضرت مولانا عبدالحامد قادری بدایونی
 قائد اہلسنت: حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صاحب
 غزالی زمان: حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی
 مجاہد ملت: حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی
 شایع بکارتی: حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی
 مفتی عظیم پاکستان: حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقدیم بڑوی
 غازی سید: حضرت مولانا سید خلیل احمد قادری
 مجاہد تحریک ختم نبوت: حضرت مولانا صفی ایاز خان بڑوی
 سیدہ سیدہ: حضرت غازی عامر حسین شہید
 مجاہد اہلسنت: حضرت مفتی محمد امین قادری

جلد 1
 شمارہ 3

سورہ 2010



اکابر

آنکھ سے کا جل صاف چرائیں یاں وہ چور بلا کے ہیں

صاحبزادہ مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی اور صاحبزادہ مولانا راجب احمد نعیمی قادیانوی

اپنے اکابر سے وابستگی اور ربط کسی بھی مذہب، جماعت یا گروہ میں بڑی اہم تصور کی جاتی ہے اور برکت بھی اسی میں ہے۔ البرکت مع اکابر کم ہے۔ لیکن آج کل بعض عناصر کی جانب سے عوام اہلسنت کو اپنے اکابر سے بدظن اور بدگمان کرنے کے لیے انتہائی خطرناک مہم پروان چڑھ رہی ہے۔ شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی کی معرکتہ الآراء کتاب ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ کی تصنیف کے باوجود فریق مخالف انہیں اپنے بزرگوں میں شامل کر رہا ہے۔ عارف کامل حضرت میاں شیر محمد شریقی کو عقائد اہلسنت کا کٹر مبلغ و مؤید ہونے کے باوجود ان کی جانب غلط باتیں منسوب کی جا رہی ہیں۔ مناظر اسلام مولانا غلام دہگنہ قادیان کو غیر مقلدین اپنے گروہ میں شامل کرنے کے درپے ہیں۔ قاری عیسائیت حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی کو اپنا قد کاٹھ بدھانے کے لیے اپنے پیروں میں شمار کیا جا رہا ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلی کے سلسلہ طریقت سے وابستہ قاری قادیانیت پر دہگنہ محمد الیاس برنی کی ان مٹ خدمات کو انہماک کیا جا رہا ہے۔ خلیفہ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا ابوالحسنات قادری کے متعلق بے سرو پا روایات کو منسوب کیا جا رہا ہے۔

اس بُد اسرار و خطرناک مہم کا اگلا کارہ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی کے شاگرد رشید مفتی محمد حسین نعیمی بانی جامعہ نعیمیہ لاہور کے خطیب پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی کے صدر الشریعہ کے تحت جگر علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری کے استاد العلماء مفتی ظفر علی نعمانی کے رحمہم اللہ ہیں۔ پاکستان میں دیوبندی مکتبہ فکر کے مرکزی مدرسہ اور اشرافیہ قادیان کی فکر کے ترجمان ادارے ”دارالعلوم کراچی“ سے اس مہم کو اب پروان چڑھایا جا رہا ہے۔ دارالعلوم کراچی

فہرست

عقیدہ ختم نبوت

7

محمد اشفاق ساک آبادی

اکابر

مدیر

جب حضرت عمر بن عبد العزیز نے این آراء ختم کیا

13

ڈاکٹر عامر لیاقت حسین

نور کا ساگر

طاہر ارشد القادری

اہلسنت و جماعت کو رافضیت میں دھکیلنے کی مذموم کوشش

21

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

آغا خان فی ریاست کی جانب پہلا قدم

محمد امجد علی شریعتی دہلوی

فتنہ قادیانیت

36

مفتی عطاء اللہ نعیمی

نعت رسول مقبول

مولانا حافظ مظہر الدین رحمانی

دارالافتاء

45

جامعہ ازہر، مصر

جعلی نبوت کا خاتمہ

پروفیسر محمد سلیم

اسلامی کیلنڈر کی ضرورت و اہمیت اور ہجری تقویم کا محرم الحرام سے آغاز

56

حافظ سید عزیز الرحمن

ملاقات کے اسباب اور تذکرہ

پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہناز

مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں

57

بزم اطفال

کے ترجمان جریدے ماہنامہ "ابلاغ" کے جولائی 2009ء کے شمارے میں اس ادارے کے سربراہ مفتی رفیع عثمانی کی طرف سے ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی علیہ الرحمہ کی شہادت پر ایک خط شائع ہوا جس میں موصوف صاحبزادہ مولانا راغب احمد نعیمی سے مخاطب ہیں کہ "ہمارے اور آپ کے بزرگوں کے درمیان خالصانہ تعلقات کافی قدیم ہیں۔ محترم جناب مولانا ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی صاحب اور میں اسلامی نظریاتی کونسل میں بحیثیت رکن کے عرصہ دراز تک ساتھ کام کرتے رہے ہیں۔ اسی طرح آپ کے دادا حضرت مولانا مفتی محمد حسین صاحب نعیمی اور میرے برادر عزیز شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اسلامی نظریاتی کونسل میں ساتھ مل کر برسوں کام کرتے رہے اور اس زمانہ میں آپ کے دادا جان نے تقریباً ایک ہفتہ دارالعلوم کراچی میں ہماری میزبانی قبول فرما کر قیام فرمایا، دونوں وقت ہم کھانا ساتھ کھاتے اور مختلف علمی و ملی مسائل پر تبادلہ خیال ہوتا تھا، پانچوں نمازیں بھی ساتھ پڑھتے تھے، میں نے ان میں مسلکی تعصب کا شائبہ دور دور تک نہیں پایا۔" (ص: 31)

اس کے بعد دسمبر 2009ء کے شمارے میں بھی رفیع عثمانی صاحب نے اس مہم کو ایک نئے انداز میں آگے بڑھاتے ہوئے ایک مضمون "حضرت مولانا سرفراز خاں صفدر سے وابستہ چند یادیں" میں یوں بیان کیا ہے کہ "1986ء کی دہائی میں ناچیز لاہور سے سفر کر کے آپ کی خدمت میں لکھنؤ منڈی خاص اس مقصد کے لیے حاضر ہوا کہ دیوبندی اور بریلوی مکاتب فکر کے درمیان جو تلخ بومستی جاری ہے اسے کم بلکہ ختم کرنے کی راہ تلاش کی جائے۔ اس مقصد کے لیے پہلے ہی ہماری کئی ملاقاتیں مولانا مفتی محمد حسین نعیمی صاحب سابق مہتمم دارالعلوم نعیمیہ لاہور مفتی ظفر علی نعمانی سابق مہتمم دارالعلوم امجدیہ کراچی علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری سابق شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی اور مولانا محمد شفیع اوکاڑوی وغیرہم سے ہو چکی تھیں ان سب حضرات کا تعلق بریلوی مکتبہ فکر سے ہے۔ ان ملاقاتوں سے میں اس نتیجہ پر پہنچا تھا کہ عقائد کے باب میں دونوں مکاتب فکر کا اختلاف بڑی حد تک صرف تعبیر اور الفاظ کا اختلاف ہے۔ حقیقت میں ایسا کوئی اختلاف عقائد کے باب میں نہیں جس کی بناء پر ایک دوسرے کو گمراہ یا فاسق قرار دیا جائے۔

ہاں بہت سے اعمال میں یہ اختلاف ضرور ہے کہ ہم انہیں بدعت کہتے ہیں اور ان کے نزدیک وہ بدعت میں داخل نہیں۔ مولانا مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے تو مجھ سے اور برادر عزیز مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب سے پوری وضاحت سے یہ کہا تھا کہ ہمارے اور آپ کے درمیان اختلاف کا باعث حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی کتاب "حفظ الایمان" کی چند سطر پر عبارت ہے۔ اس عبارت کو سچ سے نکال دیا جائے تو پھر ہمارے اور آپ کے درمیان عقائد کا کوئی اختلاف نہیں۔ اس پر ہم نے ان سے کہا تھا کہ حکیم الامت حضرت تھانوی ہمارے سرتاج ہیں اور ان کی اس عبارت کے جو معنی بہت سے حضرات نے بیان کیے ہیں ہمیں یقین ہے کہ حضرت حکیم الامت تھانوی اس

میں کسی کے مراد لینے سے بالکل بری ہیں اور حضرت حکیم الامت جیسی حب رسول ﷺ سے سرشار شخصیت کے بارے میں ہر دور و زمانہ میں انہوں نے ایسے غلط معنی مراد لیے ہوں۔ اس عبارت کے جو صحیح معنی درسی توجہ سے سمجھ میں آتے ہیں وہی حضرت کی بھی مراد ہے۔ چنانچہ انہوں نے بعد میں اس کی وضاحت بھی فرمادی تھی اور اس غلط معنی سے مکمل وضاحت بھی دونوں مکاتب فکر کو مل گئی لیکن اگر ان کی اس عبارت کو شائع کرنے سے روک دینا امت کو پھوٹ سے بچانے کے لیے دونوں مکاتب فکر کو متحد کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے تو بڑی خوشی کی بات ہے اس کی عملی شکل کیا ہوگی؟ اس کے لیے ضرورت ہے کہ ہمیں اور آپ کو مل کر اس کے لیے پیش رفت کرنی چاہیے اور طے ہوا تھا کہ دونوں طرف کے علماء و ائمہ اس غرض سے بلایا جائے گا لیکن ملک میں اچانک ایسے حالات پیش آتے گئے کہ یہ کام آگے نہ بڑھ سکا۔

پھر صدر خیال الحق صاحب مرحوم کے دور میں بریلوی مکتبہ فکر کے مشہور عالم دین مولانا محمد شفیع اوکاڑوی صاحب نے دارالعلوم آباد میں علماء کونشن کے موقع پر ملاقات فرمائی جو ہماری پہلی اور آخری ملاقات ثابت ہوئی۔ کیونکہ اس کے بعد مولانا صاحب نے دہلی میں انتقال ہو گیا۔ اس ملاقات میں مولانا اوکاڑوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے ملاقات میں یہ فرمایا تھا کہ امت میں جو پھوٹ پڑی ہوئی ہے مجھے خطرہ ہے کہ اس کے بارے میں آخرت میں ہم سے پوچھا جائے گا کہ ہم نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے بارے میں اپنی تقریروں میں بار بار یہ کہہ دیا ہے لیکن جب میں نے ان کی کتابوں کا گہرائی سے مطالعہ کیا تو میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ ان کی کتاب "حفظ الایمان" کی جو چند سطر عبارت اب تک کشیدگی کا باعث بنی رہی ہے اس میں مولانا اوکاڑوی صاحب نے فرمایا کہ اب تو خود حضرت تھانوی ہی کے قلم سے اس کی ایسی توضیح اور توجیہ شائع ہو چکی ہے کہ اس کے بعد یہ عبارت بھی نزاعی نہیں رہی۔ اس لیے مجھے آپ دونوں بھائیوں سے توقع ہے کہ اگر ہم مل کر کام کر لیں تو پھوٹ سے بچایا جاسکتا ہے ورنہ اللہ کے یہاں ہم سے پوچھ ہوگی۔

میں نے ان سے کہا تھا کہ یہ تو آپ میرے دل کی بات کہہ رہے ہیں۔ ہمارے والد ماجد مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع نے اپنی زندگی کے آخری کئی سال اس کوشش میں صرف فرمائے ہیں اور میں بھی کئی سال سے اس میں لگا ہوا ہوں۔ چنانچہ میرے اور مولانا اوکاڑوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان طے ہوا کہ وہ اور ہم اپنے اپنے اپنے اہل علم سے رابطہ کر کے اس میں پیش رفت کریں گے پھر دونوں طرف کے خاص خاص علماء کرام کا واسطہ ہوگا پھر لہذا بڑے پیمانے پر دونوں طرف کے حضرات کا دوسرا اجلاس ہوگا۔ ان اجلاسوں میں اتفاق ہو جائے گا کہ ہم مل کر یہاں پر دونوں طرف کے علماء و مشائخ کا کونشن بلا کر اس میں اعلان کر دیا جائے گا کہ عقائد میں اختلاف نہیں۔

لیکن کراچی واپس آ کر تاجپڑہ کا اہل علم سے مشوروں کا سلسلہ جاری ہی تھا اور اس کا طریقہ کار بڑے پیمانے پر طے کیا جا رہا تھا کہ مولانا محمد شفیع اذکار ڈوی رحمتہ اللہ علیہ کی اچانک وفات ہو گئی ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کی کامل مغفرت فرمائے۔

بعد ازاں ان کے صاحب زادے مولانا کوکب نورانی صاحب سے کئی بار ملاقاتیں ہوئیں وہ بھی کئی بار دارالعلوم کراچی تشریف لائے اور ہر بار مولانا محمد شفیع اذکار ڈوی صاحب کی اس ملاقات کا ذکر آیا لیکن افسوس کہ اس کے بعد بھی کوئی عملی پیش رفت نہ ہو سکی اور دشمنان اسلام کی سازشوں اور مسلمانوں کی سادہ لوحی یا جذباتیت کے باعث یہ تہل منڈھ منڈھ نہ چڑ سکی۔ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾

یہ تھا وہ پس منظر جس کے تحت تاجپڑہ امام اہل السنۃ والجماعہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر سے ملاقات کرنے اور رہنمائی حاصل کرنے کے لیے گلشن منڈی حاضر ہوا تھا۔ حضرت نے بہت شفقت فرمائی اور جس مقصد کے لیے حاضر ہوا تھا اس پر مسرت کا بھی اظہار فرمایا اور اس کی تائید فرمائی۔ لیکن طبیعت نا ساز تھی زیادہ گفتگو نہ ہو سکی۔ (ص: ۵۰ تا ۳۸)

سرفراز صاحب گلشن منڈی کی یاد میں مفتی صاحب موضوع سے کچھ زیادہ ہی دُور نکل گئے ہیں۔ سنی دیوبندی نزاع ایسے چشموں سے حل نہیں ہوگا بلکہ ان متنازعہ و کفریہ کتب کے مصنفین و قائلین سے قطعاً لاتعلق ہونے سے حل ہوگا جن میں شان ربوبیت و شان رسالت ﷺ کی توہین و تحقیر کی گئی ہے۔ مفتی صاحب دُور کی کوڑی لانے کی بجائے اپنی ہی چارپائی کے نیچے پہلے اچھی طرح بانس پھیر لیں کہ اُن کے اپنے مسک کے لوگوں کو اُن کی یہ کرم فرمائی کیسی محسوس ہو رہی ہے؟ سرفراز گلشن منڈی صاحب کے پوتے حافظ عمار خان ناصر نے خط کشیدہ عبارات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”دیوبندی“ دیوبندی اختلاف سے متعلق مفتی صاحب کا یہ تجزیہ حضرت شیخ الحدیث کے منہج فکر اور نظریات سے کتنا ہم آہنگ ہے یہ نکتہ زیادہ محتاج وضاحت نہیں۔ لیکن کسی وضاحتی یا اختلافی نوٹ کے بغیر اس کی شمولیت شاس اشاعت کے مرتبین کو کھٹکی ہے اور نہ موصولہ مواد پر نظر ثانی کر کے اس کی منظوری دینے والے بزرگوں کو۔ اس کے وجہ اور مصاحف غالباً زیادہ ناقابل فہم نہیں ہیں۔“

ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالہ جنوری ۲۰۱۰ء ص: ۵۸



عقیدہ ختم نبوت

محمد اشفاق سالک آبادی

نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے نبوت کو ختم کر دیا، آپ ﷺ کی تشریف آوری سے نبوت تمام اور مکمل ہو گئی اور اب کوئی نیا نبی یا رسول نہیں آئے گا نیز آپ کی نبوت قیامت تک کے لیے ہے۔ ختم نبوت کے منکرین خاتم کے معنی مہر کرتے ہیں لیکن اس سے بھی ان کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ مہر کے معنی یہ ہیں کہ جس چیز پر مہر لگا دی جائے وہ ختم ہو جاتی ہے نہ تو اس میں دوسری شے داخل ہو سکتی ہے اور نہ اس کو کوئی شخص دیکھ سکتا ہے۔ اگر کوئی مہر توڑے گا اور اس میں رد و بدل کرے گا تو وہ امانت میں خیانت کرنے کے سنگین الزامات میں پکڑا جائے گا۔ اس صورت میں ”خاتم النبیین“ کا مطلب یہ ہوگا کہ پہلے انبیاء کی آمد کا سلسلہ جاری تھا حضور ﷺ کی تشریف آوری کے بعد یہ سلسلہ بند ہو گیا اور اس پر مہر لگا دی تاکہ کوئی کذاب و دجال اس میں داخل نہ ہو سکے۔ اگر کوئی شخص زبردستی اس سلسلہ میں گھسنا چاہے گا تو پہلے مہر توڑے گا اور جب مہر توڑے گا تو پکڑا جائے گا اور اسے جہنم کی ہڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

عقیدہ ختم نبوت و رسالت کا ایک ثبوت یہ ہے کہ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور دوسرا یہ کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں یعنی نہ صرف نبوت آپ پر ختم ہو گئی بلکہ یہ بھی کہ یہ منصب اپنے کمال کو پہنچ کر تمام ہو گیا۔ اس لیے آپ ﷺ کی نبوت و رسالت تمام زمینوں اور آسمانوں کے لیے ہے۔ اب آئندہ نہ تو کسی رسول کے آنے کی گنجائش ہے اور نہ ہی کسی نئی شریعت کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے جس آسمانی وحی کی روشنی میں انسان کی تہذیب و تمدن کی اصلاح کی ہے اس کا ایک ایک لفظ اپنی اصل شکل اور ہیئت کے ساتھ موجود ہے۔ جس میں کوئی تحریف نہیں ہوئی ہے اور نہ ہوگی جبکہ پہلی الہامی کتابوں اور صحائف میں تبدیلی کر دی گئی ہے بلکہ اکثر صحائف کا نام تک باقی نہیں اور غیر الہامی کتابیں تو اپنی اصل افادیت اور اہمیت ہی کھو چکی ہیں۔ گزشتہ انبیاء کا پیغام مقناقی اور محدود تھا جبکہ حضور اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت عام ہے اور آپ کا لایا ہوا پیغام ہدایت ابدی اور سب کے لیے ہے۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ختم

اللہ کا اعلان یوں فرمادیا کہ ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابًا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ﴾^۱ وکل اللہ بکل شی علیہا ﴿محمد ﷺ﴾ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَالنِّعْمَتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔ مذکورہ آیات مقدمہ میں اللہ تعالیٰ نے دین اور نعمت مکمل فرمادینے کا اعلان فرمایا ہے پس اب قیامت تک کوئی دین الہی نہ ہوگا اور حضور ﷺ سے بعد کوئی نیا نبی نہیں بنایا جائے گا۔ پہلی امتوں پر نعمتوں کو مکمل نہیں کیا گیا تھا اب اس نعمت کو مکمل ہو جانے کا اعلان اللہ تعالیٰ نے فرما کر ہر دروازے پر پھر لگا دیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ”بنی اسرائیل کے انبیاء ان کا سیاسی نظام کھاتے تھے۔ جب بھی کوئی نیا وصال کرتا تو دوسرا نبی اس کا خلیفہ ہو جاتا اور بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔“ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”عنقریب میری امت میں تمیں کے جن میں ہر ایک نبوت کا دعویٰ کرے گا حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔“ ایک اور حدیث پاک میں ارشاد فرمایا ”میری اور پہلے انبیاء کی مثال اس طرح ہے جیسا کہ وہ شخص جس نے قوم کو تیار کیا اور ایک اینٹ کی جگہ خالی رہنے دی لوگ اس محل کو دیکھتے اور پسند کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اینٹ کی جگہ کیوں چھوڑ دی گئی ہے؟ سو وہ اینٹ میں ہی ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔“

پھر ابن کثیر میں علامہ ابن کثیر متعدد احادیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں رسول اکرم ﷺ نے سنت متواترہ میں بتایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں تاکہ ساری دنیا جان لے کہ جو شخص بھی اللہ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ کذاب ہے، جھوٹا ہے، وصال ہے، گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔ کثیر المعانی میں علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کا خاتم النبیین ہونا ایسا عقیدہ ہے جس کی حقانیت ان وسنت نے کی ہے۔ اس پر امت کا اجماع ہے۔ پس جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ کافر ہو جائے گا۔ ان کے توپ نہیں کی اور اس دعویٰ پر اصرار کرتا رہا تو وہ قتل کیا جائے۔

اسلام اسلامیہ کی فرقوں میں مٹی ہے۔ ہاں ہی تعصب نے ہمارا ملت اسلامیہ کے امن و سکون کو درہم برہم

کیا اور فتنہ و فساد کے شعلوں نے بڑے المناک حادثات کو جنم دیا ہے لیکن یہ انتشار شاخوں میں طرح طرح کے اسنے شدید اختلاف کے باوجود تمام اہل اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ سرور کونین ﷺ آخری نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ گزشتہ تیرہ صدیوں میں جس نے بھی نبی بننے کا دعویٰ کیا اس کو مرتد قرار دیا گیا اور اس کے خلاف علم جہاد بلند کر کے اس کی بھونی عظمت کو خاک میں ملا دیا گیا۔ الحمد للہ عالم اسلام کے تمام علماء کرام نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے کر دائرہ اسلام سے خارج بلکہ مرتد قرار دیا ہے۔

فتنہ قادیانیت کی بیخ کنی اور اس سازش کو بے نقاب کرنے کے لیے 1895ء میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی اور دیگر علماء اہل سنت نے فتاویٰ رسائل اور کتابیں لکھ کر عوام کو آگاہ کیا۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی اور حضرت پیر سید جماعت علی شاہ نے بھی فتنہ قادیانیت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ 1953ء میں علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ مرزائیوں کو قانوناً غیر مسلم اقلیت قرار دے لیکن حکومت نے آپ کو ساتھیوں سمیت گرفتار کر لیا۔ آپ اپنے مطالبہ کا اعادہ فرماتے رہے جبکہ علامہ عبدالستار خان نیازی اور مولانا سید ضیاء احمد قادری کو توپھالی کا حکم سنایا گیا تھا جو بعد میں ملتوی ہو گیا۔

29 اپریل 1973ء وہ مبارک دن ہے جب آزاد کشمیر اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جبکہ 25 مئی 1973ء کو صدر آزاد کشمیر نے بھی اس کی توثیق کی۔ پھر علماء اہل سنت خصوصاً علامہ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی اور علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری کی خصوصی کاوشوں سے 7 ستمبر 1974ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر غیر ایمانی کا ثبوت دیا۔ جب 1977ء میں جنرل ضیاء الحق اور 1999ء میں جنرل پرویز مشرف کے اقتدار پر قبضہ کر لینے کی وجہ سے آئین معطل ہوا تو قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی انتھک جدوجہد سے دوبارہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی دفعہ کو نہ صرف تسلیم کیا گیا بلکہ قانون میں بھی شامل کرنا پڑا۔ آزاد کشمیر اس وقت حکومت ایک مرتبہ بھر بازی لے گئی جب غالباً جون 2002ء میں جمعیت علمائے جموں و کشمیر کے صدر صاحبزادہ عتیق الرحمن فیض پوری کی کوششوں سے حکومت نے وہاں قادیانی لٹریچر رکھنے اور شائع کرنے پر پابندی عائد کر دی۔ ہمیں امید ہے کہ حکومت پاکستان بھی اس خوش آئند فیصلے کی تقلید کرے گی۔



نور کا ساگر

علامہ ارشد القادری

حضرت علامہ ارشد القادری کی تمام عمر ہلسٹ و جماعت کے دفاع و خدمت میں بسر ہوئی۔ آپ جامع نظام الدین دہلی کے بانی اور ان گنت مدارس کے سرپرست و مربی تھے۔ تحریر و تقریر میں یکتا نے زمانہ تھے خصوصاً تحریر میں آپ کی کثرت بہت مضبوط تھی۔ آپ کی لا جواب تصانیف میں مسئلہ ختم نبوتؐ سرکار ﷺ کا جسم بے سایہ، علم غیب، لالہ زائر، اہل و عیالی، بیعت اور زلزلہ وغیرہ شامل ہیں۔ آخر الذکر کتاب نے تو حقیقی معنوں میں نجد و یوہند کے مکرو فریب و مکر و دھوکے میں زلزلہ برپا کر دیا تھا جس کے اثرات آج بھی محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ بہر کیف آپ بہترین محقق و مصنف اور ادیب و شاعر تھے۔ ماہنامہ جام نور اور جامع نظام الدین دہلی آپ کی خاص یادگار ہیں۔

حرم کی دھوپ تنہا ہوا ریگستان اور دو پہر کا وقت ساری قیامتیں ایک ساتھ جمع ہو گئی تھیں۔ قافلے والے جان کی شدت سے جاں بلب تھے۔ انہیں یقین ہو چلا تھا کہ اب وہ چند گھنٹی کے مہمان ہیں۔ اسی عالم یاس میں ان کی ہمت دور ایک پہاڑ کے دامن سے گزرتے ہوئے چند ناقہ سوار نظر آئے۔

دو قافلے نے کہا اداؤں کی رفتار بتا رہی ہے کہ یہ حجاز کے نخلستان سے آرہے ہیں۔ جانے کیوں میرا دل گھبرا رہا ہے کہ یہ لوگ ہماری بھی ہوئی زندگی کی امید گاہ بن کر طوع ہوئے ہیں اپنی بکھری ہوئی قوتوں کو بھڑکاتے ہوئے آواز دو۔ شاید ہماری چارہ گری انہی کے ہاتھ پر مقدر ہو گئی ہو۔ اپنے سردار کے حکم کے مطابق قافلے نے آواز دو۔ انہوں نے ایک ساتھ انہیں بلند آواز سے پکارا، خوش نصیب کہ سلطان حجاز کے گوش مبارک پہنچا، اداؤں کی۔ سردار دوست مدار نے اپنے صحابہ سے ارشاد فرمایا "یہ عربی قبائل کا کوئی مصیبت زدہ کارواں نہیں ہے بلکہ یہ کامیابی کی علامت ہیں۔"

ادب و ادب کی طرح تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے ان کے قریب پہنچے پیاس کی شدت سے وہ بے حال ہو رہے تھے۔ ان کے دل میں ایک چمکتا ہوا چہرہ دکھ کر وہ جھج اٹھے، اے رحمت و نور والے! ہم پیاس کی شدت سے جاں بلب ہیں، ہمارے چھاگل میں پانی کے چند قطرے ہوں تو ہماری حلق تر کر دو۔

سرکار ﷺ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا "اس پہاڑ کا دوسری جانب ایک حبشی نژاد غلام اپنی ناقہ پر پانی کی ایک مشک لیے جا رہا ہے اس سے جا کر کہو کہ چل تجھے پیغمبر آزاد زمان ہمارے ہیں۔ فوراً قافلے سے ایک شخص دوڑتا ہوا پہاڑ کی دوسری طرف روانہ ہو گیا۔ کچھ ہی فاصلے پر اسے ایک حبشی نژاد ناقہ سوار نظر آیا اس نے اسے آواز دے کر روکا اور سرکار نامدار کا پیغام پہنچایا۔

سرکار کریم ﷺ کا نام نامی سننے ہی وہ ٹھٹھک کر رک گیا اور اپنا سواری سے اتر آیا۔ اب اپنے ہاتھ سے اونٹنی کی مہارت تھامے ہوئے وہ پایادہ اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ جیسے ہی اس کی نظر سرکار کریم ﷺ کے چہرہ انور پر پڑی اس کے دل کی دنیا ہی بدل گئی۔ ایک ہی جلوے میں وہ آقا کریم ﷺ کے رخ انور کا اسیر ہو کر رہ گیا۔ نبی کریم ﷺ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا "ہر پانی کم نہیں ہوگا، ان پیاسوں پر اپنی مشک کا منہ کھول دے! خدا تجھے روشن کرے گا۔"

اب وہ اپنے آپ میں نہیں تھا۔ سرکار کریم ﷺ کے حکم کی تعمیل کے لیے بے ساختہ اس کے ہاتھ اٹھے اور اس نے مشک کا منہ کھول دیا۔ آبشار کی طرح پانی کا دھارا گر رہا تھا اور قافلے والے سیراب ہو رہے تھے۔ جب سارے اہل قافلہ سیراب ہو چکے تو سرکار ﷺ نے حکم دیا اب مشک کا منہ بند کر لے۔ مشک کا منہ بند کرتے ہوئے اسے سخت حیرت تھی کہ کئی مشک پانی بہہ جانے کے بعد بھی اس کے مشک کا ایک بوند پانی کم نہیں ہوا تھا۔

وہ شخص حقیقتہً جمال تو پہلی نظر میں ہو چکا تھا۔ اب یہ کھلا ہوا معجزہ دکھ کر وہ اپنے جذبہ شوق کو دبا نہیں سکا۔ بے خودی کے عالم میں چیخ اٹھا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ سرکار کریم ﷺ نے دعائیں دیتے ہوئے اس کے چہرے پر رحمت و کرم کا ہاتھ پھیرا اور اسے رخصت کر دیا۔

حبشی غلام کا آقا پانی کے مشک کا بہت دیر سے منتظر تھا۔ جوں ہی دور سے اپنی آتی ہوئی اونٹنی پر نظر پڑی تو خوشی سے اس کا چہرہ کھل اٹھا لیکن جوں جوں اونٹنی قریب ہوتی جا رہی تھی اس کا استعجاب بڑھتا جا رہا تھا۔ اسے حیرت تھی کہ اونٹنی اسی کی ہے، مشک بھی اسی کی ہے لیکن سوار اجنبی ہے۔ آخر اس کا اپنا حبشی غلام کہاں گیا؟ جب اونٹنی بالکل قریب آگئی تو آقا دوڑتا ہوا آیا اور اس اجنبی شخص سے دریافت کیا کہ تو کون ہے؟ میرا وہ حبشی غلام کہاں گیا؟ مجھے ایسا لگتا ہے کہ تو نے اسے قتل کر کے میری اونٹنی پر بٹھ کر لیا ہے۔

سوار نے اظہار حیرت کرتے ہوئے جواب دیا۔ ہائے افسوس! آج آپ کو کیا ہو گیا ہے اپنے قدیم غلام کو بھی

آپ نہیں پہچانتے؟ آپ کا غلام تو میں ہی ہوں اور آپ کا کون غلام ہے؟ آقاؐ نے غضب ناک ہو کر جواب دیا۔ مجھے فریب دیتے ہوئے تجھے شرم نہیں آتی، میرا غلام حبشی نژاد تھا۔ اس کے چہرے پر یہ سفید نور کہاں تھا؟ اب جو آئینے میں اس نے چہرہ دیکھا تو عالم بے خودی میں رقص کرنے لگا۔ جذبات کی دالہا نہ وارفتگی میں سرشار ہو کر اس نے اپنے آقاؐ سے کہا! یقین کرو میں تمہارا وہی غلام ہوں! اعتبار نہ ہو تو مجھ سے اپنے گھر کے سارے حالات کا چھوڑ دو، وہ گئی میرے چہرے کی یہ چاندنی تو یہ برکت ہے نخلستان عرب کے اس پیغمبر ﷺ کی جس کے چہرہ دنیا کا عکس دل ہی کو نہیں چہرے کو بھی روشن کر دیتا ہے۔

آج نور کے اس ساگر میں نہا کر آ رہا ہوں۔ پہاڑ کی ایک وادی میں ان کی زیارت سے شاد کام ہوا۔ دم سلامت انہوں نے اپنے نورانی ہاتھ میرے چہرے پر مس کر دیے تھے۔ اسی کی برکت ہے کہ میرے چہرے کی اس ہلکی ہوئی سفیدی میں بدل گئی۔

آقاؐ نے یہ کیفیت معلوم کر کے غلام کی پیشانی چوم لی اور وہ بھی دولتِ ایمان سے مالا مال ہو گیا۔



انعامی مقابلہ

① جنگ یمامہ میں عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کرتے ہوئے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے شہید بننے والے بھائی کا اسم گرامی کیا ہے؟

② شہزادہ اعلیٰ حضرت، حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قادری علیہ الرحمۃ نے ردِ قادیانیت کی کئی کتاب تصنیف فرمائی؟

③ آغا کشمیر اسمبلی نے قادیانیوں کو کب غیر مسلم اقلیت قرار دیا تھا؟

④ درست جواب دینے والے خوش نصیبوں کو اگلا شہرہ پا کر ان کی

⑤ جواب فوٹو میں۔ تلف: 0321 4370406

جب حضرت عمر بن عبد العزیز نے این آراو ختم کیا!

وہ ہمیشہ کی طرح رات کو گشت پر نکلے۔ نفس کے دشت کو نیکیوں کے سمندر میں بدلنے کے لیے گشت تو کرنا ہی پڑتا ہے اور پھر ویسے بھی انہوں نے کبھی شہوات سے "مقاہت" کی ہی نہیں تھی لہذا پہلو بھی اکثر بستر سے الگ ہی رہا کرتے تھے۔ اُس رات بھی معمول کے مطابق اپنے اسلم کے ساتھ وہ رعایا کی خبر گیری کے لیے بیس بدل کر ان ہی گلیوں میں سر جھکا کر چل رہے تھے جہاں "ان" کے ہونے کا تصور ہی ہر عاشق کو خود بخود ادب سکھا دیتا ہے۔ وہ تو ٹھہرے خالق سے محبوب کے مانگے ہوئے عاشق! پھر ان سے زیادہ ادب اور کون جانے؟ ادھر رات گہری ہوتی جا رہی تھی اور ادھر ان کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی کہ کہیں کوئی گلی مکان یا محلہ چھوٹ تو نہیں گیا یا معبود برحق مجھ سے روٹھ تو نہیں گیا جو کسی سائل کی آواز ماں کی پکار یا بھوکے پیٹ رات گزارنے والوں کی سسکیاں سنائی نہیں دے رہیں؟ اسی مضطربانہ کیفیت کے ساتھ انہوں نے ایک دیوار کے ساتھ ٹیک لگائی ہی تھی کہ دفعتاً ایک آواز کی سرگوشی نے سناٹے کو چیر دیا، بظاہر وہ کمسر پھسری تھی مگر ماحول کی خاموشی نے غیر معمولی صوتی طاقت کے ساتھ مظاہر فطرت کو اس کا گواہ بنا دیا تھا۔ وہ ایک عورت تھی جو اپنی بیٹی کو بیدار کرتے ہوئے اس سے کہہ رہی تھی "بیٹی! اٹھو! یہ وقت بہت مناسب ہے تم جلدی سے دودھ میں پانی ملا دو"۔ بیٹی نے قدرے توقف کے بعد اپنی ماں سے دریافت کیا "امی جان! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آج امیر المومنین نے کیا حکم دیا ہے؟" ماں نے ہنسیوں چڑھاتے ہوئے سوالیہ نظروں سے دختر کو گھورتے ہوئے پوچھا کہ "کیا حکم دیا تھا؟" بیٹی دائرہ ادب کے احاطے میں رہتے ہوئے نرم انداز میں اپنی والدہ سے یوں گویا ہوئی کہ "امی جان! میں نے امیر المومنین کے من دی کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ دودھ میں پانی کی آمیزش نہ کی جائے"۔ ماں نے جواب سن کر کہا کہ "بس اتنی سی بات ہے تم نے خواجواہ مجھے بھی پریشان کر دیا گھبرانے کی ضرورت نہیں، تم بس اٹھو اور دودھ میں پانی ملا دو۔ ہم جہاں ہیں وہاں نہ عمر ہمیں دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی ان کا منادی"۔ بیٹی نے والدہ کا آخری فیصلہ سن کر ان کے لہجے میں بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے کہا "امی جان! اللہ کی قسم یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ میں لوگوں کے سامنے تو عمر رضی اللہ عنہ کی اطاعت کروں اور تنہائی میں تا فرمائی کار کا کباب کروں۔ آپ کو دودھ میں پانی ملانا ہے تو خود ملا دیجیے مجھ سے یہ نہیں

یہ دیر کے لیے پھر سے خاموش ہو گئی۔ اس بار خاموشی کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی آواز نے توڑ دیا اور آپ نے فرمایا: "اے اسلم! اس گھر کے دروازے پر کوئی نشان لگا دو اور اچھی طرح پہچان لو اور صبح آ کر یہاں دیکھنا کہ معاملہ کیا ہوا۔ اس گھر میں کوئی مرد بھی ہے یا نہیں؟" اسلم بتاتے ہیں کہ جب صبح میں نے معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ لڑکی آپ مر چکا ہے اور وہ کنواری ہے جو اپنی ماں کے ساتھ تنہا رہتی ہے۔ تفصیلات جاننے کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے ڈپٹی کو بلا لیا اور سب کو جمع کرنے کے بعد ان سے فرمایا: "میں چاہتا ہوں کہ تم میں سے کسی کا نکاح اس لڑکی سے ہو جس نے گزشتہ شب ایمان کی بہترین حالت میں دیکھا ہے۔" آپ کے صاحبزادے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ "بابا جان! میں حاضر ہوں۔" چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس لڑکی کے لیے پیام فرمایا کہ "اے اسلم! اس لڑکی سے اس کا نکاح کر دیا۔ ان کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی اور اس کے ہاں بھی ایک بیٹی پیدا ہوئی۔" سیدنا عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ جیسے گہر نایاب کو جنم دیا۔ ہاں! وہی عمر بن عبد العزیز جنہوں نے مروان بن حکم کے خلاف قاتلین کا خون کاغذ کر کیا جس سے آل مہلب ہمسرہ حجاج اور خالد بن سعید نے بھرپور فائدہ اٹھایا تھا۔ قاتلین کے خلاف سے انکار اور ایمان کے تحفظ پر اصرار کا چراغ ان کی تربیت گاہ میں اسی خاتون نے روشن کیا تھا جسے اسلم فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بہو اور دوسری جانب عمر بن عبد العزیز کی نانی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

مروان سے لے کر سلیمان بن عبد الملک تک "حکومتی مفاد" کے پیش نظر "حکمت عملی" کے تحت اسلام کے عظیم قانون ہدایت بن زیاد، موسیٰ بن نصیر، محمد بن قاسم اور قتیبہ بن مسلم کا صلہ دردناک شہادت یا معاشی تنگی کی صورت میں حکومت کے حالات ایسے ہو چکے تھے کہ بیت المال عوامی نہیں بلکہ "ذاتی خزانہ" تصور کیا جاتا تھا۔ "شہادت" کے لیے شہادت کی محافل کے "ساتھیوں" کو بڑی بڑی جاگیریں عطا کی گئیں، بعض مخالفین کی جانب سے "کے لے پر ان کی سزائیں معاف کر دی گئیں اور بعض طاقت وروں سے "مفاہمت" کی خاطر سعید بن جبیر، قیس بن زید، ابراہیم بن یزید رحمہم اللہ اور عبد اللہ بن زبیر اور مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہم کو شہید کر دیا گیا۔ ایسے ہی عمر بن عبد العزیز پیدا ہوئے جنہوں نے قوی و حکومتی مفاہمت اور اس جیسے ناموں کی دجیاں بکھیرتے ہوئے حکومت کو صاف صاف ملال دیا۔ ان کا ایسا کیا۔ امام ابن جوزی کے مطابق آپ نے خلیفہ بننے ہی سب سے پہلے جو کام انجام دیے انہوں نے حسب شدہ مال کی واپسی تھی۔ تاریخ ابن ملک ان کے صفحات میں درج ہے کہ آپ نے مسند اقتدار کے لیے جو کچھ کام کیا ان کو کاغذ تیب لکھے اور ان سے حامیوں اور بیت المال کا حساب مانگا۔ اس وقت امت کا دو

تہائی مال صرف "ایک خاندان" کے قبضے میں تھا۔ سیدنا عمر بن عبد العزیز کے مکاتیب پر "این آر او" کے تحت فائدہ اٹھانے والوں نے جواب دیا "اللہ کی قسم! یہ مال اور جائیداد اس وقت تک واپس نہیں ہو سکتا جب تک ہمارے سر تن سے بدلتے ہو جائیں۔ ہم اپنے اجداد کو کافر بنا سکتے ہیں اور نہ ہی اپنے بچوں کو مطلق"۔ اس سخت جواب کے بعد عمر بن عبد العزیز نے جواباً دمشق کی جامع مسجد میں ایک خطبہ ارشاد فرمایا جسے امام جوزی کی تحریر کردہ "سیرت عمر بن عبد العزیز" کے صفحہ ۸ پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے کہ "ان لوگوں (حکومتی افراد) نے ہم خاندان والوں کو ایسی جاگیریں اور عطایا دیے جس کو اللہ کی قسم ان کو دینے کا حق تھا اور نہ ہی ہمیں لینے کا۔ چنانچہ میں خلیفہ وقت کی حیثیت سے اصلی حق دار کو ان کا حق واپس دینے کا اعلان کرتا ہوں اور اس کی ابتداء اپنے ہی گھر سے کرتا ہوں۔" اس کے بعد آپ نے جاگیروں کی اسناد کا غریب منکویا، وزراء ان اسناد کو نکال کر پڑھ کر سناتے جاتے تھے اور آپ قبیحی سے انہیں کاٹ کر پھینکتے جاتے تھے یہاں تک کہ فجر سے ظہر کا وقت ہو گیا۔ تاریخ الخلفاء میں علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ آپ کی اہلیہ فاطمہ بنت عبد الملک کے پاس موتیوں کا ایک ہار تھا جو ان کے باپ خلیفہ عبد الملک نے انہیں دیا تھا۔ آپ نے وہ ہار لے کر اپنی شریک حیات سے کہا "تم اور یہ ہار دونوں ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔" یہ کہہ کر آپ نے این آر او کے ایسے چیتھرے اڑائے کہ بنی امیہ کے تقریباً ڈیڑھ سو افراد عالی شان مکاتوں سے نکل کر "ذلت پانچھ" تک آ گئے۔ ان میں سے بعض تو صوم و صلوة کے پابند اور متقی بھی تھے مگر قانون کی عملداری میں آپ نے ان کی بھی ذرہ برابر پروا نہیں کی اور یہ صورت حال اس وقت تک جاری رہی جب تک کہ آپ کی "پراسرار شہادت" نہ ہو گئی۔

حضرت عمر بن عبد العزیز نے مفاہمتی قانون (N.R.O) کا ایسا خاتمہ کیا کہ ظالم اور غاصب امراء و عمال سخت تعزیری سزاؤں سے بچ نہ سکے۔ حجاج بن یوسف کا خاندان جو ظلم و زیادتی میں مشہور تھا اس کو جلا وطن کر دیا گیا۔ یمن کے والی عبد الحمید کو رقعہ لکھا کہ "دوسرے شیطانی اور حکومت کے ظلم و جور کے بعد انسان کی بھانپیں ہو سکتی اس لیے میرا خط ملے ہی ہر حق دار کو اس کا حق دواور ہر غاصب کو برطرف کر دو۔" فارس کے امراء کو لکھا کہ "خبردار! میں اب یہ نہ سنوں کہ چند منظور نظر افراد کو فائدہ پہنچانے کے لیے عذائی اجناس کے نرخوں میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو اللہ کا قانون نافذ کرنے میں عمر پیچھے نہیں رہے گا۔"

ص ۱۰۱ (۱۰۱) صاحب ایک سوال ہے اور چونکہ آپ ہمارے ملک میں سب سے بڑے عہدے پر ہیں شاید مجھے اس کا جواب دے سکیں کہ "جب انسان اپنی خواہش سے دنیا میں نہیں آتا اور نہ ہی اس کی مرضی سے موت آئے گی تو پھر وہ کونسی دولت کا ذریعہ بنی و مقداپنی مرضی سے کون جینا چاہتا ہے؟"



اس میں شک نہیں کہ وطن عزیز جس قسم کے فتنوں کی لپیٹ میں آچکا ہے وہ ان حکمران سیاسی عناصر کی پیداوار ہے۔ اس کی آڑ میں ایسے ایسے فیصلے کر رہے ہیں جو ڈالر دلوں کے عوض خاکم بدین نہ صرف ملک کی نظریاتی جڑوں کو ہلاک کر کے بلکہ اس کی جغرافیائی بنیاد میں بھی دراڑیں ڈال جائیں گے۔ قوم کو ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہلاک کے بحران میں مبتلا کیا گیا تاکہ "ریٹیل پاور" پراجیکٹ کی شکل میں کروڑوں ڈالر کی "کیشن" کمائی جاسکے۔ اگلے سال کا بحران سامنے آتا ہے۔ ابھی قوم کی کمر اس بحران سے سیدھی نہیں ہو پائی کہ حکومت اور اپوزیشن میں بیڑھا مچا کر 28 روپے والی چینی کو 55 روپے میں فروخت کرنے پر تل جاتا ہے۔ بعض ذرائع کے مطابق اسی اثناء میں ان اور واشنگٹن میں پاکستان سے تنخواہ لے کر "دوسروں" کے کام کرنے والا سفارتی حلقہ حرکت میں آتا ہے۔ یہ کہہ کر "آزاد آغا خانی" نام کی باسی کڑی میں اٹھارہ برس بعد اچانک اہال لایا جاتا ہے اور حکومت کی نہ نظر آنے والی پمپ جھپٹاتے پاک فوج اور ملکی سلامتی کے ضامن اداروں کو بدنام کرنے اور اپوزیشن کو مشرف کے ٹرائل کے لیے ایک "حکومتی کاؤنٹر ایک" کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اس واقعے سے چند روز پہلے ہی وزیر اعظم پاکستان میں کہہ چکے تھے کہ مشرف کا ٹرائل (قابل عمل) نہیں ہے۔ جب تک کہ تمام پارلیمنٹ کے اراکین مل کر سے یعنی "نیشنل تیل ہوگا نہ ادا ہا ہے گی"۔ یہی وجہ ہے کہ زروری گروپ کے بعد سب سے زیادہ اہم "آمر مشرف" کی پشتی بان بنی ہوئی ہے بلکہ زروری صاحب بھی اب اسی قلعے میں پناہ گزین ہیں۔

اس کے علاوہ ایک اور مستفید ریٹائرڈ بریگیڈیئر کو میدان میں اتارا گیا۔ اس دوران الزامات اور وضاحتوں کی اس دھول میں کابینہ کی سطح پر ایک ایسا فیصلہ کیا گیا جس کے خطرناک اور

کی گئی ہے جس پر مقبوضہ کشمیر کی کشمیری قیادت بھی حیران اور پریشان ہو چکی ہے کہ پاکستان نے ان کے ساتھ یہ کیا کیا ہے؟ پاکستان نے 1948ء میں اقوام متحدہ کے پلیٹ فارم پر اپنا جو مقدمہ پیش کیا تھا اس کے مطابق اس مقدمے میں متحدہ کشمیر کے مجموعی رقبے کا ذکر ہے جو تقریباً 86 ہزار 4 سو مربع میل کے برابر ہے۔ یہ سارا رقبہ اسی وقت مکمل ہوتا ہے جب گلگت اور بلتستان کو اس میں شامل کیا جائے۔ اس سلسلے میں کشمیر ہائیکورٹ کا ایک فیصلہ بھی موجود ہے کہ شمالی علاقہ جات تاریخی طور پر کشمیر کا حصہ ہیں۔ اس لیے انہیں کسی اور بندوبستی نظام کے تحت نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے علاوہ بھی کشمیری عوام حکومت پاکستان سے اس بات کا مطالبہ کرتے رہے ہیں کہ شمالی علاقہ جات کو کشمیر کا حصہ قرار دے کر ہائی کورٹ اور کشمیری پارلیمنٹ کا دائرہ کار بڑھا دیا جائے لیکن اس سلسلے میں ہمیشہ اسلام آباد کی "پراسرار چورو کرینک راہ داریاں" حائل ہو گئیں۔ حکومت اس سلسلے میں یہ استدلال دیتی ہے کہ یہاں کے لوگ بنیادی حقوق سے محروم تھے اور انہیں اپنی شناخت درکار تھی۔ اگر ایسی بات تھی تو آزاد کشمیر کے ساتھ ان کا الحاق کر کے شناخت اور حقوق کی محرومی کا مسئلہ حل کیا جاسکتا تھا۔ پھر کس کے بھروسے پر اس علاقے کو 1948ء سے لے کر اب تک بے یار و مددگار چھوڑا گیا تاکہ ایک "بے جغرافیہ" عالمی دولت مند "آغا خانی" اقلیت یہاں پر بھرپور سرمایہ کاری کر سکے۔ وہ ہسپتالوں، تعلیمی اداروں اور روزگار کے دیگر مواقع فراہم کرنے والے اداروں کا جال بچھا سکے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شروع دن سے برطانوی سول سروس کی تربیت یافتہ اسلام آباد میں بیٹھی بیوروکریسی نے شمالی علاقہ جات کے نام پر اس "منجائش" کی جگہ پہلے سے ہی نکال رکھی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ان علاقوں کو جان بوجھ کر محروم رکھا گیا تاکہ یہ آنے والے "مجا" کے منتظر رہیں۔

مقبوضہ کشمیر کی قیادت نے اپنے تحفظات کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے کہ پاکستانی حکومت نے اس فیصلے سے پہلے انہیں اعتماد میں نہیں لیا۔ اب انہیں کون بتائے کہ یہ "استعماری فیصلہ" تو بحرانوں میں گمراہی پاکستانی قوم اور "مسم کیم" پارلیمنٹ کو بھی بغیر اعتماد میں لیے کیا گیا ہے؟ پھر مقبوضہ کشمیر کی قیادت کو کون گھاس ڈالتا؟ انہیں کون بتائے کہ یہ وہی منصوبہ ہے جو عالمی صیہونیت کے چہیتے پرویز مشرف نے کشمیر کو پانچ اکائیوں میں تقسیم کرنے کی شکل پیش کیا تھا۔ ہینرلز پارٹی کے نام پر موجود "حکمران سینڈ کیٹ" اسی منصوبے کی جانب رواں دواں ہے تاکہ جیسے جنوب مشرقی ایشیا میں انڈونیشیا کو کات کر مشرقی تیمور کی عیسائی ریاست قائم کی گئی اسی طرح یہاں "آزاد آغا خانی ریاست" کا جواز پیدا کیا جاسکے۔ اس سلسلے میں پاکستان وزارت خارجہ نے انہیں یقین دہانی کرائی تھی کہ صدر کی جانب سے حکم نامے پر دستخط سے پہلے کشمیری قیادت کے تحفظات دور کیے جائیں گے۔ اس مسئلہ کے بعد آزاد کشمیر کے صدر

**اہلسنت وجماعت
کو رافضیت میں دھکیلنے کی
مذموم کوشش ❄❄**

ڈاکٹر مفتی محمد اشرف آصف جلالی بہترین مفتی، محقق، مصنف، مبلغ، مناظر، مدرس، خطیب، ادیب اور شاعر ہیں۔ سید جلال الدین شاہ مشہدی اور علامہ شاہ احمد رانی کے تربیت یافتہ اور انکھسی شریف اور جامعات بغداد شریف کے فاضل ہیں۔ آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے ”عربی ادب میں فقہ حنفی کے مخطوط“ نامی مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی حاصل کی۔ ڈاکٹر صاحب علمی و جسمانی طور پر قدآور شخصیت کے مالک ہیں۔ جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام لاہور کے ”متم و شیخ الحدیث اور ادارہ ”صراط مستقیم“ کے ڈائریکٹر ہیں۔ ردِ قادیانیت پر آپ کا کتابچہ ”ظہور امام مہدی مع رفع حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور قادیانی“ ٹھوس دلائل سے مزین ہے۔ ہر ماہ آپ کے پر مغز علمی خطبات ”صراط مستقیم“ نامی ویب سائٹ پر اپ لوڈ کیے جاتے ہیں۔

أما بعد فاعوذ بالله من القبط (الرجيع) بسم الله الرحمن الرحيم

نعمه و نعمی و نعم علی رسولہ الکریم اما بعد

ب : واللہ! نے رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرما کر رشد و ہدایت کا جو سلسلہ شروع کیا اس کے اولین فیض یافتہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔ جماعت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں خلفاء راشدین سب سے افضل ہیں اور خلفاء اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں آپس میں افضلیت کی وہی ترتیب ہے جو کہ خلافت کی ترتیب ہے۔ شیر خدا خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات والا صفات کے لحاظ سے اہلسنت راو مستقیم پر ہیں جبکہ دو فرقے افراط و تفریط سے کام لیتے ہیں۔ ایک طرف ایسا شخص کہ جو شان اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کی اس کا انکار اور دوسری طرف ایسا شخص کہ جو شان اللہ تعالیٰ نے انہیں نہیں دی اس کے اثبات کی بھی ضد۔

حضرت علیؓ کے بارے میں لوگوں کے یوں افراط و تفریط کی خبر رسول اللہ ﷺ پہلے ہی دے چکے

موجودہ زرداری انتظامیہ کے ترکش میں گیس کا بھی تیر موجود ہے جسے دسمبر کے بعد چالنے کی "نوید" ہے۔ وزیراعظم کی "باخبری" کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کی ناک تلے اسلام آباد میں موجود مغربی ٹی بیکورٹی جینسیاں اپنا کھیل کھیل رہی ہیں اور ان کا فرمانا ہے کہ پاکستان میں بلیک وائرنگ کی کوئی تنظیم نہیں جبکہ سابق بیکورٹی چارج برائے فائبر گیڈیٹر (ر) محمود شاہ کا کہنا ہے کہ "بلیک وائر" اور "ڈانکا کور" کو ملک سے نہ نکالا گیا تو نقصان کا۔ ان بیانات کی روشنی میں سمجھا جاسکتا ہے کہ جس ملک کا وزیراعظم اس قدر "باخبر" ہو اس قوم کو اپنے مستقبل کی اول نظر کرنی چاہیے۔

﴿بھکر یہ: ہفت روزہ ندائے ملت 10، 16 ستمبر 2009ء﴾

گزشتہ شمارے کے جوابات

۱۱ محدث اعظم حضرت مولانا سر دار احمد قادری علیہ الرحمۃ نے مرزا ایتھاق دینیت کی تردید میں مرزا کا یہ نامور لفظ وفات کی تحقیق، ردِ قادیانی، امام مہدی کی آمد کی بشارت اور حیاتِ مسیح علیہ السلام ہامی لکھ دیا ہے۔

مصور پاکستان علامہ محمد اقبال کا مرزائیت / اقا دیانیت کے متعلق فرمان تھا کہ میرے نزدیک
اقا دیانیت سے کہیں زیادہ مخلص ہے کیونکہ وہ کھلے طور پر اسلام سے باغی ہے لیکن مؤخر الذکر
اسلام کی چند نہایت اہم صورتوں کو ظاہری طور پر قائم رکھتی ہے لیکن باطنی طور پر اسلام کی روح
کے لیے مہلک ہے۔

۲۹۵ سی میں نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں تحریری، تقریری یا کسی بھی انداز سے لے کر موت مقرر کی گئی ہے۔

﴿است جواب دینے والے خوش نصیب﴾

﴿آکرم انوار﴾ ﴿بلال مصطفیٰ لاہور﴾ ﴿رفاقت عطاری شیخوپورہ﴾

طرحہ عملیاتی کاغذ اور دیگر اہم امور اور ایجنسیوں کی تشکیل

تھے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: ﴿فِيكَ مَثَلٌ مِنْ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ الْيَهُودِيِّ حَتَّى يَنْهَوُا أُمَّهُ وَأَخْبَتَهُ النَّصَارَى حَتَّى أَنْزَلُوهُ بِالْحَنْزَلَةِ الَّتِي لَيْسَتْ لَهُ ثُمَّ قَالَ يَهْلِكُ فِي رَجُلَانِ مُجِبٌ مُقَرَّبٌ يَقْرَئُنِي بِمَا لَيْسَ بِي وَ مُبْغِضٌ بِحَمَلِهِ شَنَائِي عَلَى أَنْ يَنْهَتَنِي﴾ (ترجمہ: "تمہاری حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایک مشابہت ہے۔ یہودیوں نے ان سے دشمنی کی یہاں تک کہ ان کی والدہ حضرت مریم پر تہمت لگا دی۔ عیسائیوں نے ان سے محبت کی یہاں تک کہ ان کا وہ مقام بیان کیا جو ان کا نہیں تھا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے بارے میں دو بندے ہلاک ہو جائیں گے۔ ایک میری محبت میں غلو کرنے والا جو میری اس وصف سے تعریف کرے گا جو مجھ میں نہیں ہے۔ دوسرا میرا دشمن کہ اسے میری عداوت اس بات پر ابھارے گی کہ وہ مجھ پر بہتان باندھے۔"

اس سلسلے کا آغاز اس وقت ہو گیا جب عبد اللہ بن سبا یہودی نے اسلام کی چادر اوڑھی اور پھر قندہ برپا کیا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت بالفصل کا انکار کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ بالفصل ہونے کا اعلان کیا۔ مشہور رافضی کتاب رجال کشی میں وضاحت سے لکھا گیا ہے ﴿وَوَدَّ كَثَرُ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ سَبَا كَانَ يَهُودِيًّا فَاسْلَمَ وَالْيَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَكَانَ يَقُولُ وَهُوَ عَلَى يَهُودِيَّتِهِ فِي يَوْشَعَ بْنِ نُونٍ وَحُصَيْنٍ مُوسَى بِالْغُلُوِّ، فَقَالَ فِي إِسْلَامِهِ بَعْدَ وَفَاتِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي عِلِّيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِثْلَ ذَلِكَ وَكَانَ أَوَّلَ مَنْ شَهَرَ بِالْقَوْلِ بِفَرْضِ إِمَامِيَّةِ عَلِيٍّ﴾ (ترجمہ: "بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے عبد اللہ بن سبا یہودی تھا پھر مسلمان ہو گیا اور اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کا دعویٰ کیا۔ وہ جب یہودی تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وحی حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے بارے میں غلو کرتا تھا۔ جب اس نے اسلام قبول کیا تو رسول اللہ ﷺ کے ظاہری دنیا سے پروے کے بعد اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اسی طرح کا غلو کیا۔ وہ پہلا بندہ تھا جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کے تعین کا قول کیا۔"

امام محمد بن عبد اللہ رحمہ اللہ نے بھی اس بات کو لکھا ہے کہ ﴿هُوَ أَوَّلُ مَنْ أَظْهَرَ الْقَوْلَ بِالنِّصْبِ بِعَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَحُصَيْنٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْهُ الشُّعْبُ أَضَافَ الْغُلَاةَ﴾ (ترجمہ: "وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کے تعین کا قول کیا۔"

اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت (خلافت) منصوص ہونے کا اعلان کیا۔ اس سے آگے کئی غالی وہ پیدا ہوئے۔"

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات کے لحاظ سے اطراف و تقریب کے شکار رافضی اور خارجی گروہ پیدا ہو گئے۔ تفصیلی فرقہ رافضیت کا آغاز ایک ایسی انہونی بات تھی کہ امام ابو نعیم نے عظیم تابعی علی لم الجزیرہ حضرت میمون بن مہران کا فیصلہ اپنی سند سے حضرت فرات بن سائب سے یوں روایت کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں ﴿سَأَلْتُ مَيْمُونُ بْنَ مِهْرَانَ، فَلَمْ يَأْتِ بِشَيْءٍ عِنْدَكَ أَمَّ ابْنِ أَبِي بَكْرٍ وَ عُمَرَ؟ قَالَ فَارْتَدَّ حَتَّى سَقَطَتْ عَصَاهُ مِنْ يَدِهِ ثُمَّ قَالَ مَا كُنْتُ أَظُنُّ أَنَّ ابْنِي إِلَى زَمَانٍ يَعْدِلُ بَيْنَهُمَا ذَرَعًا كَانَا رَأْسِي الْإِسْلَامَ وَرَأْسِي الْجَمَاعَةَ، لَقُلْتُ لِمَا بُوَيَّكِرُ كَانَ أَوَّلَ إِسْلَامِ أَمَّ عَلِيٍّ قَالَ وَاللَّهِ لَقَدْ آمَنَ ابْنُ أَبِي بَكْرٍ بِالنَّبِيِّ ﷺ مِنْ بَحِيرِ الرَّاهِبِ حُسَيْنٍ مَرْبُوبٍ﴾ (ترجمہ: "میں نے حضرت میمون بن مہران سے سوال کیا کہ تمہارے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما؟ آپ پر کچھ تاری ہو گئی یہاں تک کہ آپ کے ہاتھ سے آپ کا عصا گر گیا۔ پھر آپ نے کہا میں نہیں سمجھتا تھا کہ میں اس وقت تک زندہ رہوں گا جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو ٹھہرایا جائے۔ ان دونوں حضرات کا معاملہ بس یہی رہے وہ دونوں اسلام اور جماعت کے سالار تھے۔ میں نے کہا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پہلے اسلام لائے یا حضرت علی رضی اللہ عنہ؟ انہوں نے کہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تو اس وقت رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آئے تھے جب رسول اللہ ﷺ کا گزر رہیہ راہب کے پاس سے ہوا۔"

تفصیلی فرقہ رافضیت کی پرائمری حالت ہے۔ لیکن یہ گروہ افراد اہلسنت کو اغواء کر کے رافضی کیمپ میں پہنچانے کے لحاظ سے اہلسنت کیلئے رافضیت سے زیادہ خطرناک ہے۔

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور خصائص اہلسنت کے نزدیک ثابت شدہ ہیں آپ کی ولایت حق ہے اور اس پر اہلسنت کا ایمان ہے مگر ولایت سے جو معنی رافضی مراد لیتے ہیں وہ درست نہیں ہے، ولایت ولایت و خلافت میں وہ قابل ہے جو آج کیا جا رہا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت کا معنی یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے محبوب اور اللہ تعالیٰ کے نہایت مقرب ہیں۔ ولایت حضرت علی رضی اللہ عنہ پر مسلمان کا شعار ہے لیکن محبت ولایت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت اہل باطن رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی محبت ہے۔ عن سعد بن محمد عن ابیہ، قال: جاء رجل إلى أبي الفضل الخزاز عن أبي بكر، قال: عن الصادق لسأل؟ قال: وتسمیہ الصديق؟ قال: نعم، فقد سمعنا صديقاً من عمر بن الخطاب، قال: رسول الله ﷺ وأنها جزوة، والاصح، فمن لم يسمه صديقاً، فلا صدق لله ولله، اذهب لاجب ابا بكر وعمر، وتولهما، فما كان من امر ففني غلظي بترجمہ: "حضرت امام غفر صادق رضی اللہ عنہ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، ایک آدمی میرے والد محترم حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اس نے کہا مجھے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں بتاؤ، آپ نے فرمایا تم صدیق کے بارے میں سوال کرو ہے ہو؟ مسائل نے کہا کیا آپ بھی انہیں صدیق کہتے ہیں؟ تو امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے کہا تجھے تمہاری ماں روئے؟ انہیں اس ذات نے صدیق کہا جو مجھ سے افضل ہیں یعنی رسول اللہ ﷺ اور مہاجرین و انصار (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے۔ جو انہیں صدیق نہیں کہتا اللہ تعالیٰ اس کی کسی بات کی تصدیق نہ کرے۔ جاؤ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت کرو، انہوں نے ولایت اختیار کر لی، انہیں پر کوئی بوجھ آیا تو میری گردن میں ہے۔" ۵

امت مسلمہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ بلا فصل ہیں جبکہ رافضی اس خلافت کے منکر ہیں اور ان کے نزدیک حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلیفہ بلا فصل ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کی کتاب "السيف الجلي على منكر ولاية علي بن ابي طالب" رضی اللہ تعالیٰ عنہ "حقیقت کے بالکل منافی ہے۔ یہ کتاب اہلسنت کے اجماعی موقف کیلئے کئی وجوہ سے نقصان دہ ہے اور اس میں رافضی موقف کو کئی وجوہ سے تقویت پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے مثلاً

۱) پروفیسر صاحب نے لکھا: "سلطنت میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کے خلیفہ بلا فصل یعنی براہ راست نائب ہوئے۔ اس کے بعد اعلیٰ مرتبہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کے بلا فصل یعنی براہ راست

تابع ہوئے۔" ۶

پروفیسر صاحب نے اس عبارت میں اہلسنت کا موقف کمزور کرنے کی کوشش کی کیونکہ اہلسنت وجماعت تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مطلقاً خلیفہ بلا فصل مانتے ہیں، صرف سلطنت میں خلیفہ نہیں مانتے۔ پروفیسر صاحب نے رافضی موقف کو ثابت کر دیا کیونکہ ولایت بلا فصل ہی ان کے نزدیک خلافت بلا فصل ہے۔ بیحد یہی الفاظ یعنی ولایت بلا فصل ہی پروفیسر صاحب نے لکھ دیے ہیں۔ جس طرح کہ رافضی مجتہد ابو الحسن اربلی نے اپنی کتاب کشف الغمہ میں خلافت علی رضی اللہ عنہ کی فصل میں واضح لکھا ہے۔ السیف الجلی میں اس رافضی موقف کو ہو بہو تسلیم کر لیا گیا ہے بلکہ پروفیسر صاحب نے خود صفحہ ۸ پر اسی ولایت کو امامت بھی کہا۔ اس وجہ سے رافضی بغلیں بجانے لگے ہیں کہ اہلسنت کی طرف منسوب ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت بلا فصل ثابت کر دی جو ہمارا شیعوں کا عقیدہ تھا۔

۲) خلافت پر ولایت کی کئی وجوہ سے برتری بیان کر کے خلافت کو ذی گریڈ (کم حیثیت) کیا ہے:

● انہوں نے کہا، خلافت عوام کا چناؤ ہے اور ولایت اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے۔

● خلافت زمینی نظام کے سنوارنے کے لیے ہے اور ولایت اسے آسمانی حسن سے نکھارنے کیلئے قائم ہوتی ہے۔

● خلافت افراد کو عادل بناتی ہے اور ولایت افراد کو کامل بناتی ہے۔

● خلافت کا دائرہ فرش تک ہے اور ولایت کا دائرہ عرش تک ہے۔

۳) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو سیاسی کہا اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو

روحانی کہا۔ آج کا لفظ "سیاسی" اگر کرپشن وغیرہ کی آلودگیوں سے بچا بھی لیا جائے تو پھر بھی لوگ اسے دنیا داری کے مفہوم میں ضرور سمجھتے ہیں۔ جب سیاسی کے مقابلے روحانی خلافت کا ذکر کر دیا گیا تو یہ باور کرایا گیا ہے کہ یہ محض دنیا داری ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: "كُفِّرَ عَنْ كَافِرٍ مَنْ هُوَ كَافِرٌ" ترجمہ: "یعنی اگر آپ کے انبیاء علیہم السلام کی سیاست کرتے تھے۔"

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے سیاسی خلافت، روحانیت کے بغیر کیسے ہو سکتی ہے؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے مضامین پر کھرا کر کے یہ واضح کر دیا کہ اہل اہل اور روحانی خلافت ہے۔ جس پر دوسری خلافت خود بخود معلوم ہو جائے گی۔

④ خلافت کی ظاہری اور باطنی تقسیم کر کے اور باطنی خلافت کی ظاہری خلافت پر ترجیح بیان کر کے انہوں نے لکھا ہے کہ ظاہری خلافت عوام کے چناؤ سے ہے اور باطنی خلافت اللہ تعالیٰ کے چناؤ سے ہے۔

ان دو جو فضیلت اور ان امور سے یہ بات ثابت ہے کہ پروفیسر صاحب نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر بخش فضیلت ہی بیان میں کی بلکہ کی مقامات پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی واضح توجہ بھی کی ہے اور اپنی طرف سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت سے افضل ہے تو وہ خود بھی افضل ہوئے۔ جبکہ یہ مجموعہ اہلسنت کی واضح مخالفت اور رافضیت کی مکمل حمایت ہے۔

یہ نظریہ بالکل غلط ہے کیونکہ پروفیسر صاحب کے بقول جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس متصل خلافت (ولایت) تھی اور وہ سیاسی خلافت سے بڑی بھی تھی تو پھر انہیں چوتھے نمبر کی اور سیاسی خلافت قبول کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ بلکہ آپ نے صرف (خلافت) قبول ہی نہیں کی بلکہ یہاں تک فرمایا، جو رافضیوں کی کتابوں میں موجود ہے: ﴿مَنْ لَمْ يَقُولْ رَأَيْتُ الْخُلَفَاءَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَرِ الْخُلَفَاءَ﴾ ۹ ترجمہ: جو مجھے چوتھا خلیفہ نہ کہے اس پر اللہ کی لعنت ہے۔“

کس بنیاد پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو محض سیاسی قرار دے کر روحانی خلافت کا انکار کیا جا رہا ہے؟ جبکہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ﴿مَنْ لَمْ يَقُولْ رَأَيْتُ الْخُلَفَاءَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَرِ الْخُلَفَاءَ﴾ ۱۰ ترجمہ: ”میرے دو وزیر الشعاء فیجبریل و میکائیل و آما و زبیری من اهل الارض فانہو بکبر و عجز“ ۱۱ ترجمہ: ”میرے دو وزیر آسمان والوں میں سے ہوتے ہیں اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہوتے ہیں۔ پس میرے آسمان والوں میں وزیر حضرت جبریل اور حضرت میکائیل علیہما السلام ہیں اور میرے زمین والوں میں وزیر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔“

اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔

کیا پروفیسر صاحب حضرت جبریل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام کو بھی سیاسی وزیر کہیں گے یا پہلی امتوں میں ہر نبی کے جو وزیر تھے وہ محض سیاسی ہی تھے؟ تاریکین! اصل مسئلہ کی کچھ وضاحت کیلئے بندہ آپ کو قرآن و سنت کے مختصر دلائل کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

قرآن و سنت سے دلائل کا خلاصہ:

امام اہلسنت حضرت امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس موضوع پر کئی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ ان میں سے عربی زبان میں اہم کتاب الزلال الانقی من بحر سبقة الانقی (سب سے بڑے تقویٰ والے کی سبقت کے دریا کا پاکیزہ ترین پانی) ہے جو ترتیب کے لحاظ سے آپ کی چند روئیں تصنیف ہے۔ آپ نے افضلیت حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو آیات و احادیث اقوال ائمہ مجتہدین، ائمہ مفسرین اور ائمہ محدثین سے ثابت کیا ہے نیز صرف نحو، بلاغت اور منطق و فلسفہ کو بھی اچھی طرح استعمال کیا ہے۔

ایک جملک ملاحظہ ہو: فرمان الہی ہے ﴿وَسَبِّحْ بِهَا الْاَنفٰی﴾ ۱۲ ترجمہ: ”اور بہت اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے۔“

اس بات پر آپ نے اجماع نقل کیا ہے کہ الانقی سے مراد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اور پھر دلائل قاہرہ سے ثابت کیا انقی یہاں تقی صفت مشبہ کے معنی میں نہیں بلکہ اسم تفصیل کے معنی میں استعمال ہے۔ یعنی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو صرف پرہیزگار نہیں امت میں سب سے پرہیزگار کہا گیا ہے۔ ﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰی﴾ ۱۳ ترجمہ: ”بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔“ پھر امام احمد رضا فرماتے ہیں ﴿وَإِذَا قِيلَ هَذَا فَسَقُولُ وَصَفَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ تَعَالٰی الصَّدِّیْقَ بِأَنَّهُ اَتْقٰی وَوَصَفَ الْاَنفٰی بِأَنَّهُ اَكْرَمُ الْمُتَّقِیْنَ اِنَّ الصَّدِّیْقَ اَكْرَمُ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰی الْاَفْضَلُ وَالْاَكْرَمُ وَالْاَرْفَعُ دَرَجَةً وَالْاَعْلٰی مَكَامًا كُلُّهَا الْفَقَاہُ مُعْتَمَرَةٌ عَلٰی مَعْلٰی وَاحِدَةٍ فَكَيْتَ الْفَضْلُ الْمُسْتَقْلٰی الْكُلِّ لِلصَّدِّیْقِ﴾ ۱۴ ترجمہ: ”جب یہ بات کہی گئی کہ الانقی سے مراد بالاجماع حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں تو ہم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وصف بیان فرمایا کہ وہ انفسی ہیں اور انفسی کا وصف بتایا کہ وہ اکرم ہے۔ ان دو مقدموں نے نتیجہ دیا کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اللہ کے نزدیک اکرم (سب سے افضل) ہیں، افضل و اکرم ہونا درجہ کے لحاظ سے ارفع و اعلیٰ ہوتا یہ سب الفاظ ایک ہی معنی پر صادق آتے ہیں لہذا افضل مطلق علی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیلیوں کی طرف سے یہاں منطقی تکتہ نظر سے شکل اول کے لحاظ سے اعتراض کے جوابات دیے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل ثابت کرنے کے بعد امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو سب سے بڑھ کر عارف باللہ اور سب سے بڑا ولی بھی ثابت کیا ہے۔

آپ نے دو آیات اور دو احادیث سے استدلال کیا ہے کہ جب معرفت کا تعلق دل سے ہے اور تقویٰ کا عمل بھی دل ہے تو جس قدر تقویٰ زیادہ ہوگا اس قدر معرفت الہی بھی زیادہ ہوگی۔

① ﴿وَأُولَئِكَ الَّذِينَ اصْطَفَى اللَّهُ فُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى﴾ ترجمہ: ”وہ جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے۔“

② ﴿وَمَنْ يَعْظَمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَاَنهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ﴾ ترجمہ: ”اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری ہے۔“

③ ﴿قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّقْوَى هُنَا التَّقْوَى هُنَا يَشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ﴾ حضرت داتا گنج بخش جویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ”صفا را اصلی و فرعی است اصلش انقطاع دل است از اغیار و فرعی غلوت دل است از دنیا فہ ارواں ہر دو صفت صدیق اکبر ست ابو بکر بن ابی قافہ رضی اللہ عنہما از آنچہ امام اہل این طریقت اولود۔“ ترجمہ: ”صفا کی ایک اصل ہے اور ایک فرع ہے۔ اصل صفا اغیار سے دل کا انقطاع اور صفا کی فرع نفاذ دنیا سے دل کا خالی ہونا ہے۔ یہ دونوں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حاصل تھیں۔ اس لیے طریقت والوں کے امام آپ تھے۔“

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت سے پروفیسر صاحب نے اپنے خود ساختہ نظریے کی

جو جماعت کا ارادہ کیا ہے وہ بھی بے مراد ہے کیونکہ پروفیسر صاحب کا اس تمام بحث سے مقصود حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر فضیلت ثابت کرنا ہے جبکہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ﴿وَقَدْ اجْمَعَ مَنْ يُعْتَدُّ بِهِ مِنَ الْأُمَّةِ عَلَى أَنَّ أَفْضَلَ الْأُمَّةِ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ ثُمَّ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا﴾ ترجمہ: ”امت کے قابل ذکر لوگوں کا اس بات پر اجماع ہے اس امت میں سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔“

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ”مقدمہ منقہ“ میں جو ارشاد فرمایا ہے لکھا ہے انہوں نے پہلے ہی سے پروفیسر صاحب کے نظریے کا رد لکھ دیا ہے، لکھتے ہیں: ﴿وَالصِّدِّيقُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ مَعَ الْمُنَاسِبَةِ النَّاقِلَةِ يَكُونُ مُحَرِّمًا وَلَا يَكُونُ مُسْتَفِيدًا مِنْ كَمَالَاتِهِ كَيْفَ وَقَدْ رَوَى أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا صَبَّ اللَّهُ شَيْئًا فِي صَدْرِي إِلَّا وَقَدْ صَبَعَهُ فِي صَدْرِ أَبِي بَكْرٍ وَكُلَّمَا كَانَتْ الْمُنَاسِبَةُ أَكْثَرَ كَانَتْ فَوَائِدُ لُصْحَبَةِ أَوْفَرٍ وَلِهَذَا صَارَ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَفْضَلَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَلَمْ يُذَكَّرْ أَحَدٌ مِنْهُمْ دَرَجَةً لِأَنَّهُ كَانَ أَكْثَرَهُمْ مُنَاسِبَةً لَعَلَّهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَا أَفْضَلَ أَبُو بَكْرٍ بِكثرة الصلوة ولا بكثرة الصوم ولكن بشي قرأ في قلبه﴾ ۱۸ ترجمہ: ”پس حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکمل مناسبت ہونے کے باوجود کیسے محروم ہو سکتے ہیں؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات سے مستفید نہ ہوں حالانکہ روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو بھی میرے سینے میں ڈالا میں نے وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سینے میں ڈال دیا ہے۔ جس قدر کسی کی مناسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہوگی اسی قدر فوائد صحبت بھی زیادہ ہونگے۔ چونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مناسبت تمام صحابہ سے بڑھ کر تھی چنانچہ آپ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے افضل ہوئے اور کوئی بھی آپ کے درجے کو نہ پاسکا۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز روزے کی کثرت کی وجہ سے آگے نہیں

نکلے بلکہ ایک شے (مہمت و مناسبت) کی وجہ سے آگے نکلے ہیں، جو آپ کے دل میں کہی ہو چکی تھی۔“

اہلسنت کی روشن تاریخ میں خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ہر ایک ہی کو شریعت و طریقت، سیاست و ولایت اور ظاہر و باطن کے فضائل و محاسن کے لحاظ سے کامل قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ محمد و دین و ملت حضرت امام احمد رضا خاں قادری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور ان چار ارکانِ قصرِ ملت و چار انہاءِ بارغِ شریعت کے خصائص و فضائل کچھ ایسے رنگ پر واقع ہیں کہ ان میں سے جس کسی کی فضیلت پر تنہا نظر کیجئے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ ہیں یہی ہیں ان سے بڑھ کر کون ہوگا۔

۔ ہر گلے کا لڑیں چار ہار غمی مگر
بہارِ دامنِ دلی کھد کہ جائیں جااست

ترجمہ: ان چار ہاروں میں سے جس پھول کو میں دیکھتا ہوں تو بہار میرے دل کے دامن کو کھینچتی ہے کہ اصل جگہ تو یہی ہے۔ پھر اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں لکھتے ہیں: ”حضراتِ شیخین، صاحبین، صہرین، وزیرین، امیرین، مشیرین، مجتہدین، رفیقین سیدنا و مولانا عبد اللہ العتیق ابو بکر صدیق و جناب حق مآب ابو حفص عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان والا سب کی شانوں سے جدا ہے اور ان پر سب سے زیادہ عظمتِ خدا اور رسولِ خدا جل جلالہ و علیہ السلام ہے۔ بعد انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین کے جو مرتبہ ان کا خدا کے نزدیک ہے دوسرے کا نہیں۔ رب تبارک و تعالیٰ سے جو قرب و نزدیکی اور بارگاہِ عرشِ استیفاء رسالت میں جو عزت و سر بلندی ان کا حصہ ہے اور ان کا نصیب نہیں۔ منازلِ جنت و مواہیب بے منت میں انہیں کے درجات سب پر عالی، فضائل و فواضل و حسنات طیبات میں انہیں کو تقدم و پیشی، ہمارے علماء و آئمہ نے اس میں مستقل تصنیفیں فرما کر سعادت کو نین و شرفیت دارین حاصل کی ورنہ غیر متاعی کا شمار کس کے اختیار میں۔ واللہ اعلم۔ اگر ہزاروں و فتران کے شرح فضائل میں لکھے جائیں کیے از ہزار تحریر میں نہ آئیں۔

۔ وعلیٰ نقشب و اصفیہ بخسبہ
یغنی الزمان و فیہ مالم یوصف

ترجمہ: اور اس کے حسن کی تعریف کرنے والوں کی عمدہ بیانی کی بنیاد پر زمانہ غنی ہو گیا اور اس میں ایسی خوبیاں ہیں جنہیں بیان نہیں کیا جاسکتا۔

مگر کثرتِ فضائل و شہرتِ فواضل چیز سے دیگر اور فضیلت و کرامت امرے آخر فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے

جسے چاہے عطا فرمائے مطلق ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء کہ ۱۹

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال کے جواب میں واضح لکھا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب اولیاء کرام تھے۔ پھر لکھا: ”صحابہ کرام میں سب سے افضل و اکمل و اعلیٰ و اقرب الی اللہ خلفاء اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے اور ان کی افضلیت و ولایت بترتیب خلافت۔ یہ چاروں حضرات سب سے اعلیٰ درجے کے کامل و مکمل ہیں اور دارائے نبیاء نبوت میں شیخین (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا پایہ ارفع ہے اور دارائے تکمیل ہونے میں حضرت مولانا علی المرتضیٰ شیخہ خدا مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا۔ واللہ اعلم۔“ ۱۰

پھر ایک مقام پر تفصیلاً دلائل ذکر کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فرماتے ہیں: ”جب ثابت ہو گیا کہ قرب الہی میں شیخین کو مزاہت و تفوق ہے تو ولایت بھی انہیں کی اعلیٰ ہوئی۔“ ۱۱

”حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولایت میں بھی افضلیت سے حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خارج سلاسل طریقت ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا چونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خارج سلاسل طریقت ہونا اس کا تعلق عالمِ ماسوت سے ہے۔ اس سے آپ کی ولایت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضلیت لازم نہیں آتی۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلفاء میں سے حضرت امام حسین اور حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سلاسل جاری ہوئے ہیں، حالانکہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولایت اور آپ کو جو اللہ تعالیٰ کا قرب میسر آیا وہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے بالیقین اتم اور اعلیٰ ہے ایسے ہی ظاہر احادیث سے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی فضیلت ثابت ہے۔“ ۱۲

پروفیسر صاحب، ان کے مبلغین اور کچھ غالی کارکنان کا رافضیت کی طرف جھکاؤ بلکہ قلبی لگاؤ اور مبنی بھاد اب کوئی دھکی چھپی بات نہیں رہی۔ ہم لوگ بھولے بھالے سنیوں کو جنہیں رافضی کفریات کی وجہ سے رافضی مجالس اور ان کی ہمارے ہاں سے نفرت تھی رافضی ماحول میں لے جانے کیلئے پل کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ یہ لوگ بد ملا رافضی نظریات کئی اجتماعات میں جان کر رہے ہیں اور خارجیت کا ذرا اداسے کر لوگوں کو رافضیت کی سمیٹ چڑھا رہے ہیں، حالانکہ ہم لوگ دوسری طرف خارجیت کو بھی وحد اسلام کا ایک عضو قرار دے کر چھل چھول دیکھنا چاہتے

ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ رافضیت اور خارجیت ایک ہی کھوٹے سکے کے دو رخ ہیں۔ یہ لوگ عوامی اجتماعات میں رافضیوں کی دلجوئی کے لیے اور اہلسنت کو شرمسار کرنے کیلئے مخصوص طریقے سے اہلسنت پر رافضیت کا تعلق ظاہر کرتے ہیں۔ یہ لوگ نوکے پر یہ جواز پیش کرتے ہیں کہ ہم ان کی مجالس میں تبلیغ کی خاطر اور حق بیانی کے لیے جاتے ہیں جبکہ یہ بات سراسر غلط ہے۔ کون آج اتنا احمق ہے جو کسی کو خود دعوت دے کہ آ میرے مجمع میں آ کر میرے لوگوں کو میرے مسلک سے اغواء کر کے لے جا؟ ایسا ہرگز نہیں بلکہ صورت حال یہ ہے کہ ایسے خطیبوں سے رافضیوں کی مکمل انڈر سٹینڈنگ (مقاہمت) ہے کہ تم ہلکا پھلکا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ذکر بھی کرو تا کہ تم اپنی قوم کے پاس جا کر سچے بن سکو۔

رافضیوں کو صحابہ کے اس قدر ذکر سے نقصان نہیں ہے کیونکہ اس کے عوض میں وہ خطیب عوام اہلسنت کے لیے رافضیت قابل قبول بنا کر پیش کر رہا ہے۔ اس قرآنی ایمانی اختلاف کو چند تشدد لوگوں کی سوچ قرار دیتے ہوئے اختلافات بھلانے کا اعلان کر رہا ہے۔ اس طرح وہ خطیب اپنی مسجد میں جا کر سچا بھی ہو جائے گا اپنی فیس بھی کھری کرے گا اور بہت سے سینوں کو اپنی چمک کے عوض رافضیوں کے پاس ہمیشہ کیلئے گر دی بھی رکھ دے گا۔

نتیجہ سے واضح ہے کہ یہ طریقہ کار سنی کا زکیلے کتنا نقصان دہ ہے۔ ان کے اس طرز عمل سے ایک بھی رافضی سنی نہیں بنائیں اس وبا سے اہل سنت کے سرسبز و شاداب گلشن سے کئی پتے پیلے ہوتے جا رہے ہیں جن کے گر جانے کا خطرہ ہے۔

ہم اہلسنت معاشرے میں امن و آشتی اور اخوت و محبت کے پیما ہیں ہم اتفاق و اتحاد کے داعی ہیں لیکن ہم سے دار اور چور کا اتحاد امانت میں خیانت کے ذمے میں آتا ہے۔ ہم فرقہ واریت کو ہر قاتل سمجھتے ہیں مگر مالی کا اپنے پاس ہلکا آدھ کوؤں کے غول پر بے ساختہ چلانا فرقہ واریت نہیں بلکہ احساس ذمہ داری اور فرض منصبی کی ادائیگی ہے۔

﴿وَمَنْ يُؤْمَرْ بِالْعَمَلِ فَلْيُجِدْ فِيهِ صُلُوحًا مِّنْ لَّدُنْ رَّبِّهِ الْعَالَمِينَ﴾

﴿حوالہ جات﴾

۱۔ فتاویٰ شریف، ص: 565، حدیث: 6102/ مسئلہ امام احمد، ج: 1، ص: 162

- (۲) ﴿رجال کشی﴾ ج: 1، ص: 234
- (۳) ﴿الملل والنحل﴾ ج: 1، ص: 192
- (۴) ﴿حلیۃ الاولیاء﴾ ج: 4، ص: 75
- (۵) ﴿سیر اعلام النبلاء﴾ ج: 5
- (۶) ﴿السیف النجلی علی منکر ولایت علی رضی اللہ عنہ﴾ ص: 8
- (۷) ﴿کشف الغمہ﴾ ج: 1، ص: 62
- (۸) ﴿بخاری شریف﴾ حدیث: 3455
- (۹) ﴿مناقب آل ابی طالب﴾ ج: 3، ص: 63
- (۱۰) ﴿جامع ترمذی﴾ حدیث: 3680
- (۱۱) ﴿سورة اللیل﴾ آیت: 17
- (۱۲) ﴿سورة الحجرات﴾ آیت: 13
- (۱۳) ﴿الزلزال الاققی﴾ ص: 25
- (۱۴) ﴿سورة الحجرات﴾ آیت: 3
- (۱۵) ﴿سورة الحج﴾ آیت: 32
- (۱۶) ﴿کشف المحجوب﴾ آیت: 32
- (۱۷) ﴿حجة اللہ البالغہ﴾ ج: 2، ص: 585
- (۱۸) ﴿المقدمة السنية فی الانتصار للفرقة السنية﴾ ص: 36
- (۱۹) ﴿فتاویٰ رضویہ﴾ ج: 29، ص: 364-365
- (۲۰) ﴿ایضاً﴾ ص: 233-234
- (۲۱) ﴿ایضاً﴾ ص: 374
- (۲۲) ﴿ایضاً﴾ ص: 374-375



نعت رسول مقبول

حسان العصر حافظ مظہر الدین

ہم نے حشر میں شہر ابرار کے ساتھ
 قافلہ ہو گا رواں قافلہ سالار کے ساتھ
 مدحت خواجہ دیں مدحت سرکار کے ساتھ
 زندگی گزری ہے کیفیت سرشار کے ساتھ
 میں بھی وابستہ ہوں سرکار کے دربار کے ساتھ
 خاک کا ذرہ بھی ہے عالم انوار کے ساتھ
 بخت بیدار ہے یاد ہے مقدر اس کا
 جس نے دیکھا ہے انہیں دیدہ بیدار کے ساتھ
 یہ تو طیبہ کی محبت کا اثر ہے درنہ
 کون روتا ہے لپٹ کر دروہوار کے ساتھ
 مل ہی جائے گا کوئی خزان کرم کا کلوا
 ہے تعلق جو سگان در سرکار کے ساتھ
 اے خدا دی ہے اگر نعت نبی کی توفیق
 حسن کردار بھی دے لذت گفتار کے ساتھ
 جب کھلے حشر میں گیسوئے شفاعت ان کے
 ہم سے عاصی بھی نظر آئیں گے ابرار کے ساتھ
 میں یہ کہتا ہوں کہ تھا اُن کی نظر کا اعجاز
 لوگ کہتے ہیں کہ دیں پھیلا ہے تلواریں کے ساتھ

ایسا حج زحمت ہے جا کے سوا کچھ بھی نہیں
 عشق محکم نہ ہو مگر احمد مختار کے ساتھ
 شہر یثرب کا مسافر نہیں رہ میں تنہا
 کارواں شوق کا ہے طالب دیدار کے ساتھ
 گر مدینے کا تصور ہو تو قلمت کیسی؟
 ربط مضبوط رہے عالم انوار کے ساتھ
 یہ نہ ہوتا تو نہ بچ سکتے تجلی سے کلیم
 نور حضرت کا بھی تھا طور کے انوار کے ساتھ
 ان کے جلوؤں نے کیا کون و مکاں کو روشن
 حسن یوسف کا رہا مصر کے بازار کے ساتھ
 پل سے مجھ سا بھی گنہگار گزر جائے گا
 ہوگی سرکار کی رحمت جو گنہگار کے ساتھ
 رات دن بھیج سلام ان پہ ملائک کی طرح
 پڑھ درود ان پہ غلامان وفادار کے ساتھ
 دیکھ اے معترض نعت رسول عربی
 قرب حساں کو ملا تھا انہی اشعار کے ساتھ
 سب عطائیں ہیں خدا کی میرے مولا کے طفیل
 درنہ یہ لطف و کرم مجھ سے گنہگار کے ساتھ
 ہم بھی مظہر سے سین گے کوئی نعت رنگیں
 مگر ملاقات ہوئی شاعر دربار کے ساتھ



فتنہ قادیانیت

مفتی عطاء اللہ عظیمی

پاک و ہند میں انگریزوں نے بڑی عیاری و مکاری سے اقتدار پر قبضہ جما کر مسلمانوں کو محکوم بنا دیا۔ 1857ء سے لے کر 1947ء تک جس قسم کے کربناک حالات سے مسلمانوں کو دوچار ہونا پڑا اور جس قسم کی مصلحت جو ان کی دینی تھی کہ ہمارے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے اور اس کی بنیاد کو متزلزل کرنے کے لئے فرنگی سامراج نے کئی کئی کوششیں کیں۔ اس نے ہمارے ایمان کی اساس کو کھوکھلا کر کے اس کا خاتمہ کرنا چاہا۔ اللہ تعالیٰ نے علماء و مشائخ ملت کو ہر سازش کا پردہ چاک کیا۔ ہمارے محسنین نے بروقت اہل اسلام کو آگاہ کیا اور باطل کے ہر فتنے کو مٹا دیا۔ ان میں ڈاکٹر مقابلہ کیا اور مسلمانوں کے ایمان کو بچایا۔ ملت کے ان خیر خواہوں کی کاوشوں سے ہمیں اللہ تعالیٰ نے نجات بھی ملی اور ہمارے ایمان بھی محفوظ رہے۔

ان فتنوں میں ایک بڑا فتنہ "قادیانیت" کے نام سے رونما ہوا جس کا بانی مرزا غلام احمد قادیانی (متوفی 1908ء) تھا۔ 1839ء میں مشرقی پنجاب کے ضلع گورداسپور قصبہ قادیان میں پیدا ہوا۔ شروع شروع میں اس نے ایک مبلغ کی حیثیت سے شہرت حاصل کی۔ یہ وہ دور تھا جس میں مناظروں کا بہت رواج تھا۔ عیسائی اور مسلمانوں کی تبلیغ کرتے اور دین اسلام کی تردید کرتے۔ دوسری طرف آریہ سماج کے مبلغ بھی اسلام کے خلاف کام کرتے تھے اور جنگ آزادی 1857ء کے بعد انگریزوں نے ہندوستانی عوام پر حکومت کرنے کے لیے جو حکمت عملی بنائی اس کا بنیادی نقطہ یہ تھا کہ لڑاؤ اور حکومت کرو۔

اس سے چند چلتا ہے کہ انگریز جب ہندوستان آیا تو اس نے اپنے اقتدار کے حصول اور اس کے طوالت کی خاطر مختلف اوقات میں مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد کو خریدا جیسے بنگال میں حصول اقتدار کے لیے (نور محمد) کے شیر (شیخ سلطان) کی جدوجہد کو کام بنانے کے لیے میر صادق کو خریدا۔ مسلمانوں کے عقائد سے ان کے دل و عادت کے ذریعہ طاقت کو کمزور کرنے کے لیے اسماعیل دہلوی اور سید احمد رائے بریلی کو بچھا۔

مسلمانان ہند کے دلوں سے انبیاء و اولیاء کی عقیدت اور محبت نکالنے کے لیے رشید احمد گنگوہی، غلیل احمد انیسٹروی وغیرہم پر ہاتھ رکھا اور اہل اسلام کے قلوب سے عقیدہ آخرت کو نکالنے اور ان کی زندگی کو بے مقصد ثابت کرنے کے لیے سرسید احمد خان سے کام لیا۔ مسلمانان ہند کے جذبہ جہاد سے جھگ آکر اس کی منسوخی کو ثابت کرنے کے لیے غیر مقلد مولوی محمد حسین بنالوی نام نہاد احمدیہ کو منتخب کیا۔

غرض یہ کہ مسلمانوں کو کنگڑوں، حصوں، جماعتوں میں تقسیم کرنا، ان کے عقائد برباد کرنا، ان کی طاقت ختم کرنا انگریز کا اولین مقصد رہا۔ اس مقصد کے لیے جہاں اس نے دیگر افراد کو منتخب کیا وہیں مرزا غلام قادیانی سے بھی معاہدہ کیا۔ چنانچہ محمد سلطان شاہ لکھتے ہیں: "1880ء سے قبل مرزا صاحب اور انگریزوں کا معاہدہ ہو چکا تھا اور ان سے حواری نئی کا دعویٰ کرانے کے معاملات طے ہو چکے تھے۔ مرزا دجال نے نبوت تک پہنچنے کے لیے جو سیرھی استعمال کی ﴿مأمور من اللہ﴾ ہونا اس کا پہلا زینہ تھا"۔

مرزا نے اپنی کتاب میں اس کا خود اقرار کیا ہے کہ "میں انگریز کا خود کاشٹہ پودا ہوں"۔ اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ "میں اپنے کام کو نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں نہ مدینہ میں نہ روم میں نہ ایران میں نہ کابل میں مگر اس (انگریزی) گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لیے دعا کرتا ہوں"۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس گروہ کو انگریز نے مسلمانوں میں افتراق و انتشار پیدا کرنے کے لیے اور اپنے مفادات حاصل کرنے کے لیے پیدا کیا یہ انگریز کی پیداوار ہے۔

ایسے ماحول میں مرزا نے ایک کتاب دوسرے مذاہب کی تردید میں لکھنے کا ارادہ ظاہر کیا چنانچہ اس نے 1879ء میں "براہین احمدیہ" لکھنا شروع کی۔ اس کتاب کی اشاعت کے ساتھ اس نے ایک اعلان بڑی تعداد میں اردو اور انگریزی میں شائع کر کے سلاطین، وزراء، پادری اور پنڈتوں کے پاس بھیجا جس میں اس نے اپنے ﴿مأمور من اللہ﴾ ہونے کا دعویٰ کیا حالانکہ وہ ﴿مأمور من اللہ﴾ نہیں بلکہ ﴿مأمور من الشیطان﴾ اور ﴿مأمور من الفسردگ﴾ تھا۔ اس کتاب نے ایک طرف دور اندیش علماء کے اذہان میں شکوک پیدا کر دیے اور دوسری طرف اس کتاب کو شہرت ملی۔ اس کے اپنے بیٹے مرزا بشیر کا بیان ہے "براہین کی تصنیف سے پہلے حضرت مسیح موعود ایک گمنامی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ دراصل براہین احمدیہ کے اشتہار نے ہی سب سے پہلے آپ کو ملک کے سامنے کھڑا کیا اور اس طرح علم دوست اور مذہبی امور سے لگاؤ رکھنے والے طبقہ میں آپ کا انٹروڈکشن (تعارف) ہوا"۔

لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اقتدار بخشا ہے انہوں نے ان (غدارانِ ختم نبوت) سے جنگ کی اور اس فتنے کے خاتمے کے لیے بھرپور کوشش کی۔ خود نبی اکرم ﷺ کی ظاہری حیات میں بھی جن کی طرف سے یہ دعویٰ ہوا ان کو اس ملت میں شمار نہیں کیا گیا بلکہ ان کے خلاف جہاد کا حکم ہوا۔ اسی طرح دورِ حجابہ خصوصاً خلافت راشدہ علیٰ انھیں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور کو ملاحظہ کیجئے کہ ایسوں کے بارے میں ان کی رائے کیا تھی؟ ان کے خلاف کیا کیا عملی اقدام اٹھائے گئے اور بعد میں رونما ہونے والے ایسے فتنوں کو ناپود کرنے کے لیے حکام اسلامی نے کیا کچھ کیا۔ کوئی دوسروں کو تو یہ الزام دے سکتا ہے کہ انہوں نے ان لوگوں کے خلاف عملی قدم اپنے اقتدار کو بچانے کے لیے اٹھایا ہو گا مگر حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان پھر ان میں سیدنا صحابہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہنا تو بہت دور کی بات ہے اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ پھر نبی ﷺ کے اقدامات کے بارے میں کیا کہیں گے؟ کیا کوئی مسلمان آپ ﷺ کے بارے میں اپنے دل میں اس کا ادنیٰ سے ادنیٰ خیف سے خیف تر شبہ بھی لاسکتا ہے ہرگز نہیں۔

جب یہ بات ہے تو ماننا پڑے گا کہ اسلام کا اپنے پیروکاروں کو یہی حکم ہے کہ جب بھی کوئی جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرے تو اسے اسلام سے خارج سمجھیں، مرتد جائیں اور اہل اقتدار پر فرض ہے کہ انہیں بزورِ طاقت نیست و نابود کر دیں۔ ہمارے علماء نے یہی کیا، ہمارے مشائخ نے وہی کیا جو حکم تھا، ہماری سمجھ دار عوام نے وہی کیا جو ان کے دین کی ہدایات تھیں، تو کیا غلط کیا ہرگز نہیں۔ باقی رہا بزورِ طاقت ان کو صفحہ ہستی سے مٹا دینا تو وہ نہ ہو سکا۔ اس لیے کہ اقتدار ان کے ہاتھ میں نہیں تھا۔ اس معاملے میں اگر کسی طبقے نے کوتاہی کی یا کر رہا ہے تو وہ ہمارا حکمران طبقہ ہے۔ ان پر جو فرض تھا وہ ان سے ادا نہ ہوا، اس کی بھی وجوہات تھیں اور ہیں۔ وقت اور حالات اجازت نہیں دیتے کہ اس مقام پر ان پر کلام ہو۔ یہاں تو صرف بتانا یہ تھا کہ قادیانیوں کو کافر قرار دینا، مسلمان نہ سمجھنا، ملت اسلامیہ سے خارج جاننا صرف ان (قادیانیوں، مرزائیوں) کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر جھوٹے مدعی نبوت اور اس کے پیروکاروں کے لیے اسلام کا یہی ازلی وابدی حکم ہے۔ ان کے لیے علماء و مشائخ اسلام کا یہی فیصلہ ہے، فقہاء کرام کا یہی فتویٰ ہے اور اہل اسلام کا یہی طرز عمل ہے۔ ہاں! جن کے ایمان ضعیف ہو گئے یا جو لوگ غیر کے ہاتھ تک کر اسلام سے غداری کے مرتکب ہوئے وہ ان جھوٹے مدعیان نبوت اور ان کے پیروکاروں کے بارے میں ضرور نرم گوشہ رکھئے۔

مرزا غلام قادیانی خود اپنے اقوال اور فتاویٰ کی رو سے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس لیے ہم پہلے اس کے دعویٰ نبوت و رسالت کا ذکر کریں گے پھر ایسا دعویٰ کرنے والے کے لیے مرزا کا اپنا فیصلہ اور فتویٰ ذکر کریں گے تاکہ کسی کو حق ماننے اور تسلیم کرنے میں رتی برابر بھی تاثر نہ رہے۔

مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت و رسالت:

- مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ ”سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا“۔ ۱
- اسی کتاب میں دوسرے مقام پر لکھتا ہے کہ ”خدا تعالیٰ جب تک طاعون دنیا میں رہے گوستر برس رہے قادیان کو اس خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے“۔ ۲
- مرزا قادیانی لکھتا ہے: ”میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے مجھے بھیجا اور اُسی نے میرا نام ”نبی“ رکھا ہے“۔ ۳
- مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ: ”خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت ﷺ کے اضافہ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لیے یہ مرتبہ بخشا ہے کہ آپ کے فیض برکت سے مجھے نبوت کے مقام تک پہنچایا“۔ ۴
- اب جب کہ آپ نے پڑھ لیا کہ اس نے نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا اور صراحتاً اپنے آپ کو نبی و رسول بتایا ہے تو دیکھیے کہ نبوت و رسالت کا دعویٰ کرنے والے کے لیے مرزا قادیانی خود کیا فیصلہ دیتا ہے۔ گویا اپنے بارے میں اس کے اپنے فتاویٰ پڑھیے۔
- حضور ﷺ کے بعد نبی ماننے والا شرارتی اور گستاخ ہے:

- مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ ”ختم نبوت کا کمال تصریح ذکر ہے اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے۔ نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے اور حدیث حلالہ نبی بعدی ﷺ میں نفی عام ہے۔ پس یہ کس قدر جرأت اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عہد (جان بوجھ کر) چھوڑ دیا جائے اور ”خاتم الانبیاء“ کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے اور بعد اس کے جو دعویٰ نبوت منقطع ہو چکی تھی پھر سلسلہ دہی نبوت کو جاری کر دیا جائے“۔ ۵

مرزا قادیانی کے ساتھ امت مسلمہ کا یہ سلوک امتیازی نہیں جیسا کہ آپ نے دیکھا اور اس پر تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی کسی شخص نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا تو امت مسلمہ نے اس کے ساتھ یہی سلوک کیا کہ اسے کافر جانا۔ وہ

﴿حوالہ جات﴾

- ۱۔ سید محمد سلمان شاہ ﴿مرزا غلام احمد قادیانی کے جھوٹے دعوے﴾ ص: ۱۱
- ۲۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے جھوٹے دعوے ص: ۷
- ۳۔ تبلیغ رسالت جلد: ششم ص: ۳۹
- ۴۔ دافع البلاء ص: ۲۳۰
- ۵۔ تنہ حقیقۃ الوحی ص: ۶۸
- ۶۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے جھوٹے دعوے ص: ۱۹
- ۷۔ تبلیغ رسالت جلد: ششم ص: ۳۹
- ۸۔ دافع البلاء ص: ۲۱
- ۹۔ تنہ حقیقۃ الوحی ص: ۱۸۳
- ۱۰۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی حقیقت ص: ۸
- ۱۱۔ ایام الصالح ص: ۱۵۲



چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
برستا نہیں دیکھ کر ابر رحمت
مدینہ کے خٹے خدا تجھ کو رکھے
تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میں مجرم ہوں آقا مجھے ساتھ لے لو
حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
جرا کھائیں تیرے غلاموں سے انجھیں
رہے گا یوں ہی ان کا چچا رہے گا
اب آئی شفاعت کی ساعت اب آئی
رضا نفس دشمن ہے دم میں نہ آتا

مرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے
بدوں پر بھی برسا دے برسانے والے
غریبوں فقیروں کے ٹھہرانے والے
مرے چشم عالم سے چھپ جانے والے
کہ رستے میں ہیں جا بجا تھانے والے
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے
ہیں جسکے عجب کھانے غزانے والے
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے
ذرا چین لے میرے گھبرانے والے
کہاں تم نے دیکھے ہیں چند رانے والے



پروفیسر محمد سلیم ملک عزیز پاکستان کے معروف صحافی و دانشور تھے۔ آپ کئی سال روزنامہ نوائے وقت لاہور کے گوشہ خاص "سرا ہے" کے مدیر اور جھگ کالج میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اقبالیات موصوف کا خاص عنوان تھا جس کی ایک جھلک پیش نظر مضمون میں عیاں ہے۔ درج ذیل مضمون میں مدعیان نبوت کا شاندار پوسٹ مارٹم کیا گیا ہے جبکہ قوسین () میں بعض جگہ ہم اضافے ماہنامہ العاقب کی جانب سے کیے گئے ہیں۔

حضرت علامہ اقبال ہمارے ہیرو و مرشد ہیں۔ انہوں نے امت مسلمہ کے بارے میں یہ کہہ کر بات ختم کر دی ہے کہ

دل بہ محبوب سجازی بستہ ایم

زیر جہت با یک دگر پیوستہ ایم

امت مسلمہ کو باہم پیوستہ کرنے والا رشتہ ہی حب رسول ﷺ ہے۔ جو شخص اس رشتہ کو کمزور کرنے کی کوشش کرے گا وہ اس امت کا دوست نہیں بلکہ دشمن ہوگا۔ وہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ عالم عربی کی حدود و دشواری بھی حضور ﷺ ہی کی ذات کی وجہ سے ہیں لہذا

محمد ﷺ عربی سے ہے عالم عربی

عرب ممالک پہلے بھی موجود تھے لیکن عالم عرب حضور ﷺ کی تشریف آوری کے بعد وجود میں آیا۔ لہذا عالم عرب ہو یا عالم اسلام ہوا اس کی اساس حضور ﷺ کی ذات گرامی قدر ہی ہے۔ گر بہ او فرسیدی تمام بولہبی است۔ جو شخص اس بنیاد کو کمزور کرے گا وہ بولہبی فرتے کا فرد شمار ہوگا۔ حضرت علامہ نے پندت جواہر لعل نہرو کے نام اپنے خط میں اسی لیے فرمایا تھا کہ احمدی (مرزائی قادیانی) صرف اسلام ہی کے خدا نہیں بلکہ ہندوستان کے بھی خدا ہیں۔ انہوں (قادیانیوں) نے ایک ایسی حکومت (برطانیہ) کی تقویت کے لیے لڑ پڑ تیار کیا جس نے سات سمندر پار

سے آئے ہندوستان پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا تھا۔ حضرت علامہ کے نزدیک فرقہ بھائی، قادیانیوں سے جو درجہ زیادہ مخلص اور بہتر ہے کیونکہ بھائی کھلے طور پر اسلام سے بغاوت کا اعلان کرتے ہیں لیکن قادیانی اسلام کے اندر رہ کر اس کی جڑیں کاٹنا چاہتا ہیں۔ ہم ذوالفقار علی بھٹو کے بردست ناقد ہیں لیکن اس کی یہ خدمت کبھی نہیں بھول سکتے کہ ان کے (بحیثیت وزیر اعظم) قادیانیوں کو اسلام سے خارج کر کے غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ یعنی جو کام قادیانیوں کو خواہ کرنا چاہیے تھا وہ حکومت کو کرنا پڑا۔ سوال یہ ہے کہ قادیانی جب نئی نبوت کا اجرا کر کے مسلمانوں سے ملحد ہو چکے ہیں تو وہ ان کے اندر رہنے پر کیوں مصر ہیں۔ اب بھی وہ مروجہ شکاری کے موقع پر اپنے نام مسلمانوں کے طور پر لکھواتے ہیں اور خود کو غیر مسلم ماننے پر تیار نہیں ہیں۔ وہ مسلمانوں کے اندر رہ کر ان کی جڑیں کاٹنا چاہتے ہیں لیکن خدا کا شکر ہے کہ اب ساری دنیا میں وہ غیر مسلم تسلیم کرنے لگے ہیں۔

یہ اس زمانے کی بات ہے جب قادیانیوں کو ابھی غیر مسلم دیکھ کر نہیں کیا گیا تھا کہ ہمارے کالج میں ایک قادیانی پروفیسر ہوا کرتے تھے جن کا نام رحمت علی تھا لیکن ”مسلم“ مخلص کرنے کے باعث وہ خود کو ”رحمت علی مسلم“ لکھا کرتے تھے۔ وہ پیریڈ پڑھانے کے لیے جس کلاس میں بھی جاتے طلباء ان کے پیچھے سے پہلے بلیک بورڈ پر ان کا نام ”رحمت علی غیر مسلم“ لکھ دیا کرتے تھے۔ ہم نے اس وقت اندازہ لگا لیا تھا کہ ایک نہ ایک روز قادیانی غیر مسلم قرار پا جائیں گے کیونکہ زبان خلق بخارہ خدا ہوتی ہے۔

علامہ اقبال ختم نبوت کو خدا کا بہت بڑا احسان قرار دیتے ہیں کیونکہ اس ختم نبوت کے نظریے نے امت مسلمہ کو متحد رکھا ہوا ہے وہ فرماتے ہیں کہ

لا نحب بعدی احسان خدا است
پدۂ ناموس بن مصطفیٰ ﷺ است
قوم را سرمایہ ملت ازو
حفظ سر وحدت ملت ازو

میں صد ہوں میں یہی عقیدہ ختم نبوت مسلمانوں کے اتحاد کا ضامن رہا ہے۔ نبوت کے کتنے ہی احکامات ہیں لیکن امت مسلمہ نے کبھی انہیں رد و خواہش نہیں سمجھا۔ ہمارے نزدیک اگر کوئی مسلمان کسی مدعی نبوت کے قائل ہو تو وہ اپنی کمزوری ایمان کا مظاہرہ کرتا

ہے۔ (امام اعظم رحمۃ اللہ کے نزدیک مدعی نبوت سے اس کے دعویٰ نبوت کے متعلق دلیل طلب کرنا بھی کفر ہے۔) جب حضور اکرم ﷺ فرما رہے ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے تو اب کسی مدعی نبوت سے یہ کہنا کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی معجزہ دکھاؤ درست نہیں ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ آپ اس کی سچائی کے امکان کے قائل ہیں۔ جب کوئی نبی آئی نہیں سکتا تو خواہ کوئی مدعی نبوت سورج کو مشرق کی بجائے مغرب سے نکال کر دکھا دے ہم کیسے اس پر ایمان لا سکتے ہیں؟ اس لیے ہم مرزا احمد قادیانی کے دعوے کے رد میں زیادہ بحث و مباحثہ کے قائل نہیں۔ ہمارے نزدیک اس کے جھوٹے ہونے کے لیے یہی دلیل کافی ہے کہ ہمارے حضور ﷺ نے فرما دیا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

ہم جنگ کالج میں پڑھایا کرتے تھے۔ ہمارے ایک ساتھی پروفیسر نظام خاں بڑے بذلہ بخ آدی تھے۔ ایک مرتبہ وہ ایف اے کے امتحان میں ناظم امتحان بن کر تعلیم الاسلام کالج ربوہ (موجودہ چناب نگر) تشریف لے گئے۔ وہاں انہیں چند روز تک قیام کرنا پڑا۔ قادیانی رعب ڈالنے کے لیے اپنے بڑے لوگوں کی مہمانوں سے ملاقات کروایا کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک روز سر ظفر اللہ خاں (قادیانی) جو ان دنوں عالمی عدالت کے جج تھے نظام خاں صاحب سے ملنے آئے۔ انہوں نے خاں صاحب سے ازراہ مروت پوچھا کہ آپ یہاں ہمارے مہمان ہیں آپ کو کوئی تکلیف تو پیش نہیں آئی؟ خاں صاحب نے جواب دیا کہ مجھے یہاں خطرہ ایمان تو محسوس نہیں ہوا لیکن خطرہ جان ضرور محسوس ہو رہا ہے۔ سر ظفر خاں نے حیران ہو کر پوچھا کیوں کسی کی طرف سے آپ کو دھمکی ملی ہے یا کسی طالب علم نے نقل کرنے کے لیے آپ پر دباؤ ڈالا ہے؟ خاں صاحب فرماتے گئے کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے لیکن یہاں کے پانی سے مجھے ”است شریف“ (پیش) لگ گئے ہیں۔ سر ظفر اللہ بات کی تہہ کو نہ پہنچ سکے۔ حیران ہو کر کہنے لگے کہ دست شریف؟ چہ معنی؟ خاں صاحب نے جواب دیا کہ جناب! چونکہ (آپ کے لیے) یہ پیغمبری بیماری ہے لہذا اس ڈر سے کہ کہیں اس کی توہین نہ ہو جائے یا آپ کے جذبات کو غصے نہ پہنچے میں نے ”دست شریف“ کہہ کر عزت سے اس کا نام لیا ہے۔ (یاد رہے! قادیانی دجال مرزا غلام قادیانی جہنم کی طرف کوچ کرتے وقت اس عبرتناک حالت میں مردار ہوا کہ اس کے منہ اور مقعد سے پاخانہ (دست) جاری تھا۔) ظاہر ہے کہ اس کے بعد سر ظفر اللہ کو پروفیسر نظام خاں سے دوبارہ ملاقات کی جرأت نہیں ہوئی۔

سر ظفر اللہ کو ان قسم کی شرمندگی ایک اور موقع پر بھی اٹھانا پڑی۔ چنیو کے کسی ہوٹل میں وہ قدرت اللہ شہاب ان کی بیگم کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔ جب کوفتوں کی ڈش آئی تو قدرت اللہ شہاب کی بیگم کہنے لگی کہ خدا جانے

ہے۔ اس سے تو نہیں کھاؤں گی۔ سرظفر اللہ کہنے لگے کہ جب ہوٹل والے کہتے ہیں کہ یہ حلال گوشت کا ہے تو میں حضور کے اس فرمان پر عمل کرتا چاہیے کہ کھانے کے معاملے میں زیادہ شک و شبہ میں نہیں پڑتا۔ بیکم شہاب کہنے لگیں کہ یہ ہمارے حضور ﷺ کا فرمان ہے یا آپ کے حصہ کا؟ اگر ہمارے حضور ﷺ کا فرمان ہے تو سر آنکھوں پر اس پر سرظفر اللہ خان اپنا سامنہ لے کر رہ گئے۔

مدعیان نبوت پہلے بھی پیدا ہوتے رہے ہیں لیکن آج تک نبوت کا کوئی ایسا دعویٰ پیدا نہیں ہوا تھا جس نے قوت کے گماشتے کے طور پر نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔ یہ شرف قادیان کے نبی کو حاصل ہے کہ اس نے ایک استعماری قوت (برطانیہ) کے ایجنٹ کے طور پر نبی ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنی مدد و قوت کی مدد میں کتابیں لکھ لکھ کر ان کو بھروسہ دیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اس استعماری قوت کی رفعتی کے ساتھ ہی اس کی ایجنٹ نبوت بھی پاکستان سے نصرت ہو جاتی لیکن یہ نا خوشگوار فریضہ اہل پاکستان کو سر انجام دینا پڑا۔ ”پچھنی و ہیں پہ خاک جہاں کا میر تھا“ کے اصدق آج اسی جعلی نبوت کے خلیفہ برطانیہ میں مقیم ہیں اور عالم اسلام کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف ہیں۔ دستِ مسلمہ کو یقین ہے کہ جس طرح نبوت کے سابقہ دعویٰ ریشہ منسیا (بے نام و نشان) ہو چکے ہیں اسی طرح وقت نے کے ساتھ ساتھ یہ خانہ ساز (قادیانی) نبوت بھی اپنے فطری انجام کو پہنچ جانے کی کیونکہ (فرمان نبوی ﷺ) ”میں معدی“ (میرے بعد کوئی نبی نہیں) کا یہی تقاضا ہے۔

خلافتِ از ثبوت حاضر ہیں محمد متین خالد ص ۳۲۹



الحمد للہ صحتِ شہادتِ برائے ماہنامہ العقب

ماہنامہ ”العقب“ کے تمام مستقل سالانہ ارکان کو اطلاع دی جاتی ہے کہ ان کی سالانہ نمبر شپ 2008، 2009 مکمل ہو چکی ہے۔ جنوری 2010ء سے رسالہ کی حسب معمول فراہمی کے لیے جلد از جلد مبلغ 300 روپے (برائے جنوری 2010ء تا دسمبر 2010ء) کے لیے ارسال فرمائیں اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور اشاعت دینِ متین کے مقدس مشن میں حصہ دار بن جائیں۔

قادیانیوں کے متعلق جامعہ الازہر کا فتویٰ

عالم اسلام کی سب سے بڑی درسگاہ جامعہ الازہر نے قادیانی عقائد درست ماننے والوں کو خارج از اسلام قرار دینے کا فتویٰ جاری کر دیا ہے۔ 3 صفحات کے فتویٰ میں جامعہ الازہر کے مفتی شیخ محمد حسینی مخلوف نے کہا ہے کہ قادیانی جماعت اور قادیانی عقائد کے حاملین اسلام سے خارج ہیں انہیں شعائر اسلام کے استعمال کی اجازت نہیں دی جاسکتی نیز قادیانی عقائد کو درست سمجھنے والے بھی اسلام سے خارج ہیں۔

فتویٰ میں کہا گیا ہے کہ قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد اور مختلف کتب میں درج اس کی تحریروں کے تفصیلی مطالعے کی بنیاد پر ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ قادیانی عبادت گاہ کو مسجد قرار نہیں دیا جاسکتا اور نہ ہی قادیانیوں کو شعائر اسلام کے استعمال کی اجازت دی جاسکتی ہے۔

قادیانیوں کے عقائد کے حوالہ سے فتویٰ میں کہا گیا ہے کہ اسلام سے متعلق ان افراد کے عقائد گمراہ کن ہیں۔ قادیانی جماعت خطرناک منظم گروہ ہے اور اس کے اعتقادات غریب لے جانے کا باعث ہیں۔ فتوے کے مطابق مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریروں و نظریات نص قرآنی اور سنت رسول ﷺ کے منافی و متصادم ہیں نیز قرآن و سنت کی مخالفت اس گروہ کا شیوہ ہے۔ جو کوئی بھی ان کے عقائد کو درست تسلیم کرے گا وہ اسلام سے خارج قرار پائے گا۔ فتوے میں شیخ محمد حسینی مخلوف نے لکھا ہے کہ امت کے اجماع کے خلاف نظریات و عقائد کے حامل اس گروہ سے مسلمانوں کو دور رہنا چاہیے۔ فتوے میں قادیانی عقائد کے حاملین کی مسجد میں داخلے کی بھی مخالفت کی گئی ہے جبکہ فتوے میں واضح طور پر لکھا گیا ہے کہ قادیانی عقائد رکھنے والوں کے لیے وہ تمام احکامات قابل عمل ہوں گے جو کسی بھی غیر مسلم (کافر مرتد زندیق) پر نافذ کیے جاسکتے ہیں۔



بسم الله الرحمن الرحيم

الفرقة الأولى

الآزھر الشریف

بسم الله الرحمن الرحيم
لجنة الفتوى

بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله مع
البركة عليه وسلم وبعد :- فتقيد اللجنة
بأنه قد بعد نظر السوال الخاضع
للثقة القاريا نيته، وموقفنا لسلام
معتقدات هذه الطائفة والصدقة خلفهم
الجواب
من الفرق الزائفة المنشقة عن احمد سلام
التي هي خطر عليه، ومحاولة منقضة
لأسسها طائفة جديدة تقوم على أساس
نبوة منافقة للنبوة المحمدية فرقة القائلين
بندوة الفرقة أسسها «سيد اغا ك احمد»
القاريا في القرن التاسع عشر في الهند
ومعتقدات هذه الفرقة الضاللة كلها تؤدى
إلى الكفر، ومنه معتقداتهم الباطنية
التي يزعم مؤسسها بأنه روح المسيح حلت
فيه، وأنه ما يتحد به هو كلام الله
والقرآن والسنة .

بسم الله الرحمن الرحيم

الفرقة الثانية

الآزھر الشریف

مجمع الفتوى الإسلامية
لجنة الفتوى

تأنيداً يزعم مؤسسها بأنه المسيح سينزل آخر
الزمان في قاديان، وقاريا به هي الثانية
بعد المسجد مكتبة والمدنية .
ثالثاً - يزعم أتباع هذه الفرقة الضاللة
بأنه الحق يكونه إلى قاديان وليس إلى مكة .
رابعاً - يزعم مؤسسها أنه مكلف علم الله بأمره
الخلق على نهج المسيح، وزعم بأن
له الهامات الإلهية ومكاشفات النبوية
وسم جعفر لقاريا به يرسم الآيات السحرية
والخوارق .
خامساً - يزعم مؤسسها بأنه قد شهد القرام
والسنة النبوية له بالنبوة
وقال آتاه الله ما لم يؤت أحد من العالمين
خامساً - لا يدخل في بيعتهم ولا يعتنق
أفكارهم يعاند ككافر .
ويكفي لضلاله وكفر هذه الفرقة ادعاء
النبوة بعد سيدنا محمد مخالفة بذلك

بسم الله الرحمن الرحيم
الوقت الذی

الازھر الشریف

مجمع البحوث الإسلامية
لجنة الفتوى

نصوص القرآن الكريم والسنة النبوية
وإجماع علماء الأمة الإسلامية بعد رسول الله
وإذا كانت هذه المعتقدات المبنية على بعض
نصوصهم كانوا بها خاضعين لله عز وجل
والمؤمنون خالفوا كثير من الأقوال المجمع عليها
والمؤمنون عليهم أهدأ من غير المسلمين
والله أعلم قال تعالى

والمؤمنون هم الذين آمنوا بالله
والمؤمنون هم الذين آمنوا بالله

والله أعلم قال تعالى
والله أعلم قال تعالى
والله أعلم قال تعالى

نقل تصدق فتاوى
والله أعلم قال تعالى
والله أعلم قال تعالى



الازھر الشریف
مجمع البحوث الإسلامية
لجنة الفتوى

طلاق کے اسباب و تدارک

پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہ

مفتی نور احمد شاہ تاج السنت و جماعت کے ممتاز محقق و مصنف ہیں۔ آپ کے والد گرامی علامہ عبدالرحمن مہری بھی ممتاز عالم دین تھے۔ مفتی صاحب گذشتہ دو عشروں سے جامعہ مسجد طیبہ پنجاب ٹاؤن کراچی میں قرآن و سنت اور فقہ اسلامی کے پھول بکھیر رہے ہیں۔ مفتی صاحب نے السنت کے روایتی جمود کو توڑتے ہوئے اپنی تحقیق کا رخ عصر حاضر کے جدید مسائل کی طرف کیا چنانچہ آپ کے قلم سے کاغذی کرنسی کی شرعی حیثیت، کریڈٹ کارڈ، کلوننگ، شیئرز کے کاروبار کی شرعی حیثیت، بینکوں کے ذریعے زکوٰۃ کٹوتی، تاریخ نفاذ حدود وغیرہ نامی کتب معصہ شہود پر آئیں۔ آپ اسکالرز اکیڈمی کراچی کے بانی و ڈائریکٹر اور مجلہ "فقہ اسلامی" کے مدیر ہیں۔

پاکستان میں اگرچہ طلاق کے واقعات کا تناسب اتنا نہیں جتنا کہ دیگر ممالک میں ہے تاہم کچھ عرصہ سے طلاق کے واقعات میں قدرے اضافہ ہوا ہے۔ مشرقی لڑکیاں طلاق کا باعث عموماً بہت کم بنتی ہیں کیونکہ ان کے ذہن میں یہ بات بخوبی بیٹھ چکی ہوتی ہے کہ طلاق کی صورت میں ان کا مستقبل تاریک ہوگا اور معاشرہ میں نکاح خالی کو جن نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے اس کی بنا پر بھی کوئی پاکستانی لڑکی ایسی غلطی نہیں کرتی جس سے اس کا سہاگ اجڑ جائے۔ تاخیر سے رشتہ طے ہونے اور مناسب رشتہ کے انتظام میں جس ذہنی اذیت سے ایک بار لڑکی دوچار ہو چکی ہو وہ دوبارہ اس قسم کی صورتحال سے دوچار ہونے کے لیے کوئی خطرہ مول نہیں لیتی کیونکہ وہ جانتی ہے کہ اب معاملہ پہلے سے بھی دشوار ہوگا۔

ہمارے معاشرے میں لڑکیاں سسرالی گھر میں وہ سب کچھ برداشت کر لیتی ہیں جن کی اپنے گھر میں انہیں ہوا بھی نہیں لگی ہوتی اور جس کا انہوں نے کبھی خواب بھی نہیں دیکھا ہوتا۔ وہ اپنے شوہر کے علاوہ اپنے سسر ساس اور دیگر سسرالی رشتہ داروں کی مقدور بھر بلکہ اس سے بھی زیادہ خدمت گزاری قبول کرتی ہے اور اس کے عوض صرف شوہر کی توجہ اور پیار چاہتی ہے جو کہ بہت کم کے حصہ میں آتا ہے۔

ہمارے معاشرے کی دیگر امور میں افراط و تفریط کے ساتھ ایک قباحت یہ بھی ہے کہ اکثر گھرانوں میں بیوی نوکھر کے سارے کام کاج کا ذمہ دار سمجھا جاتا ہے اور بیوی کے گھر آتے ہی گھر کی خواتین شکہ کا سانس لینا چاہتی ہیں اور یہ سمجھتی ہیں کہ بس ان کے کام کاج سے ریٹائر ہونے اور آرام کرنے کا مرحلہ آ گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ یہ توقع رکھتی ہیں کہ ان کی بیوی سب سے پہلے بیدار ہو اور گھر کی صفائی اور ناشتہ کی تیاری سے فارغ ہو کر دیگر لوگوں کو روکے اور ان کی آنکھ کا تار اکھلائے رات کو وہ سب سے آخر میں سوئے اور کسی کی بات پر آف تک نہ کہے۔ بیوی گھر میں لائی جانے والی ایک ایسی دیومالائی شخصیت ہونی چاہیے کہ جس سے گھر کے چھوٹے سے بڑے تک ہر شخص چھوٹا سا کام کہہ سکے اور اس کو انکار کی جرأت نہ ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کا اپنے کو کوئی مطالبہ نہ ہو اور نہ ہی وہ اپنی کسی خواہش کا وہ بے لطفوں میں بھی ذکر کرے اسے جو کھانے کو دیا جائے کھالے اور جو پہننے کو ملے پہن لے اس کی اپنی پسند ناپسند کا کوئی تذکرہ نہیں۔

بعض گھرانوں میں بیوی پر اس قدر ذہنی دباؤ ہوتا ہے کہ وہ بے چاری جس کام کو بھی غلطی دل اور نیک نیتی سے انجام دینا چاہتی ہے اس میں کوئی نہ کوئی قباحت گھروالوں کو نظر آتی جاتی ہے۔ چنانچہ بے اوقات صبر کا پتہ نہ لہریز ہو جاتا ہے اور ساس بیوی مند بہو اور پور بھانج کے جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں اور نوک جھوک بڑھتے بڑھتے نوبت طلاق تک جا پہنچتی ہے۔ طلاق کا سبب صرف گھریلو جھگڑے نہیں بلکہ یہ ان اسباب میں سے ایک ہے اس کے علاوہ تعدد اسباب ہیں جو طلاق کا موجب بنتے ہیں ان میں سے بعض اسباب ایسے ہیں جو معاشرہ میں وبا کی طرح پھیل کر عام ہو چکے ہیں ان اسباب کا تذکرہ ہم سب کی معاشرتی ذمہ داری ہے۔

طلاق کے بعض عمومی اور اہم اسباب

① زوجین میں سے کسی ایک یا دونوں کا شریعت کے مقرر کردہ اصولوں سے انحراف وہ سب سے بڑا سبب ہے جو طلاق کے اسباب میں عموماً سرفہرست نظر آتا ہے۔ متعدد جوڑوں میں طلاق کی نوبت ایسے ہی کسی سبب سے آتی ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ طلاق کے 70 فیصد واقعات میں یہی سبب موجود ہوتا ہے تو مبالغہ نہ ہوگا مثلاً ایک خاتون اپنے شوہر سے پریشان ہے اور طلاق حاصل کرنا چاہتی ہے کیوں؟ اس لیے کہ اس کا شوہر نشہ کرتا ہے اور بے لوثی یا ہیروئن کا عادی ہو کر یا نہی سوسائٹی کا شکار ہو کر۔ بے روزگار ہو گیا ہے اور گھر میں بچوں کے لیے کچھ نہیں ہے۔ خاتون خود کام کاج کر کے بچوں کا پیٹ پال رہی ہے اور اپنی عزت وافر لگائے ہوئے ہے۔

کبھی کسی شوہر سے شکایت سننے کو ملتی ہے کہ بیوی صرف بے نمازی نہیں فلموں کی رسیا ہے اور گھر کے معاملات و عبادات سے اسے قطعاً کوئی سروکار نہیں۔ رات بھر ٹی وی، وی سی آر کے سامنے گزارنا اور صبح نصف النہار تک سوئے رہنا عام معمول ہے۔ سمجھانے بجھانے سے کوئی فرق نہیں پڑ رہا ہے بلکہ معاملہ مزید بگڑ رہا ہے۔ اسی طرح کی شکایات عموماً اس طبقے سے ملتی ہیں جسے ہمارے ہاں اونچی سوسائٹی کے لوگوں کا حلقہ کہا جاتا ہے اور جو عرف عام میں پڑھا لکھا طبقہ کہلاتا ہے۔

② دوسرا بڑا سبب غصہ ہے۔ غصہ بھی کسی معقول بات پر نہیں بلکہ بہت ہی معمولی معمولی باتوں پر اور کبھی یہ غصا اس قدر شدید ہوتا ہے کہ مرد لفظ طلاق کا استعمال کر بیٹھتا ہے اور پھر غصہ فرو ہونے پر لوگوں سے مسئلہ دریافت کرتا اور علماء سے غصے میں دی گئی طلاق کو طلاق نہ ہونے کا فتویٰ حاصل کرنے کے لئے مارا مارا پھرتا ہے۔ بہت سے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو فتویٰ اور مسئلہ کی دریافت کا تکلف بھی نہیں کرتے اور محض اپنے اجتہاد یا عزیزوں رشتہ داروں اور دوست احباب کے اس مشورہ کو صائب جانتے ہیں کہ غصے میں دی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ چنانچہ دونوں ازدواجی زندگی گزارتے اور زنا کاری کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔

بے اوقات لڑائی جھگڑے اور روز روز کی ٹوکھار سے تنگ آ کر خاتون طلاق کا مطالبہ کر بیٹھتی ہے اور شوہر بھی اسے عزت نفس کا مسئلہ سمجھتے ہوئے طلاق دے ڈالتا ہے اور پھر اہل علم سے رجوع کرنے پر پتہ چلتا ہے کہ طلاق تو ہو گئی چنانچہ اب سوائے پریشانی کے اور کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

③ تیسرا سبب زوجین کے اہل خاندان میں سے کسی کا ان کی پرائیویٹ (نجی) زندگی میں دخل ہونا ہے۔ بے اوقات یہ مداخلت لڑکی کے والدین اور کبھی لڑکے کے والدین میں سے کسی کی طرف سے ایسی ہوتی ہے جو زوجین میں سے کسی ایک کو سخت ناگوار گزرتی ہے اور اس سے تنگیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اصلاح اور نصیحت کی خاطر پسند و موافقت کے انداز میں کبھی کبھار کچھ کہہ دینے میں کوئی حرج نہیں مگر اس میں بھی یہ امر پیش نظر رہنا ضروری ہے کہ دونوں میں سے کسی کو بھی دوسرے کے سامنے سخت ست نہ کہا جائے کیونکہ اس سے ان کی عزت نفس مجروح ہوگی اور زوجین کے مابین قائم وقار کو ٹھیس پہنچتی ہے۔

④ طلاق کے اسباب میں سے چوتھا بڑا سبب جہالت ہے۔ لوگ دینی مسائل سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے شرعی احکامات سے جا مل رہے ہیں اور اپنی جہالت کی بنا پر لفظ طلاق کا استعمال کرتے ہیں۔ انہیں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ اگر بالعرض طلاق کی گئی ہے تو طلاق کس وقت اور کب دی جائے؟ کوئی بھی شخص طلاق دیتے

وقت یہ خیال نہیں کرتا کہ اس کی بیوی کن ایام سے گزر رہی ہے، الا ماشاء اللہ! شاید چند فیصد لوگ ہی یہ بات جانتے ہوں گے کہ طلاق ایام حیض میں نہیں بلکہ ایام پاکیزگی (طہر) میں دی جانی چاہیے۔ تعلق زوجیت کو منقطع کرنا اگر اتنا ہی ناگزیر ہو گیا ہے تو ایک مرتبہ ہی تین طلاق دے ڈالنا خود اپنے اوپر اور اپنی بیوی پر ظلم کے مترادف ہے۔ ایسے حالات میں جب طلاق کے سوا چارہ نہ ہو تو ایک طہر میں ایک طلاق دی جانی چاہیے تاکہ رجوع کا دروازہ کھلا رہے۔ ممکن ہے اس ایک طلاق کے بعد ہی زوجین میں سے قصور وار کو اپنے قصور کا اذراک ہو جائے اور واپسی کا راستہ اختیار کر سکے۔ یہ بھی یاد رہنا چاہیے کہ پاکیزگی کے ایام میں بھی اس وقت طلاق دینا چاہیے جب ابھی ازدواجی رابطہ (جماع) نہ ہوا ہو اور جس طہر یا جن ایام پاکیزگی میں میاں بیوی جماع کر چکے ہوں ان میں طلاق نہ دی جائے بلکہ اس کے بعد ایام حیض گزرنے دینے جائیں اور جب نیا طہر (ایام پاکیزگی) شروع ہو تب طلاق دی جائے۔

زوجین کے درمیان کسی شکر رنجی کی صورت میں والدین اور اقارب کا فرض ہے کہ وہ جلد از جلد دونوں کے مابین صلح جوئی کی کوشش کریں اور معاملہ بکڑنے سے قبل ہی اپنا کردار ادا کر کے ایک مشکل مرحلہ سے خود ان کو اور ان کے بچوں کو بچائیں۔

غصہ کی صورت میں بھی عزیز و اقارب کا فرض ہے کہ وہ کسی ایک کے طرف دار بن کر مسئلہ کو مزید الجھانے کی بجائے عارضی طور پر دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کر کے ان کا غصہ فرو کریں اور انہیں اس حدیث رسول ﷺ پر عمل کروائیں جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس کو غصہ آجائے اسے چاہیے کہ وضو بنائے اور اگر کھڑا ہے تو بیٹھ جائے، بیٹھا ہے تو لیٹ جائے۔

انتہائی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ طلاق کے بہت سے معاملات میں سبب بہت معمولی ہوتا ہے، مثلاً کسی خاص تقریب میں شرکت سے منع کرنے پر جھگڑا، کسی عزیز یا عزیزہ کی شادی میں مخصوص لباس نہ خریدنے یا حسب خواہش تماخف نہ لے جانے پر جھگڑا، کبھی گھر میں کسی کے آنے جانے پر پابندی میں اختلاف پر جھگڑا، کبھی محض شک کی بنا پر جھگڑا۔

اسلام نے ازدواجی معاملات میں پیدا ہونے والی مشکلات کا واحد حل طلاق تجویز نہیں کیا بلکہ اس کے متعدد مراحل بیان کئے ہیں ① سب سے پہلا مرحلہ سمجھانے، بھاننے کا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: "جن خواتین سے تمہیں عداوت و تعلق زوجیت پار کر کے سرکشی کا اندیشہ ہو انہیں سمجھ کر، سبھاؤ بھٹاؤ" ② دوسرا مرحلہ بستر الگ کرنے کا ہے کہ اگر نصیحت کا ذکر ثابت نہ ہو تو ان کے بستر الگ کر دو جسے قرآن کریم نے ﴿وَافْرَادٍ مِّنْ هُنَّ فِی

المضاجع﴾ کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے "ان کو اپنے بستروں سے الگ کر دو" ③ اگر یہ ترکیب بھی کارگر ثابت نہ ہو تو پھر تیسرا مرحلہ زبانی کے بجائے عملی سرزنش کا ہے یعنی ہلکا پھلکا مارنا جسے قرآن کریم نے ﴿وَاضْرِبُوهُنَّ﴾ کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے "انہیں مارو" ④ چوتھا مرحلہ اس وقت آتا ہے جب سابق تینوں مرحلوں سے معاملہ آگے بڑھ گیا ہو اور صورتحال بے قابو ہو رہی ہو۔ اس مرحلہ میں دونوں جانب کے اعزہ کو جمع کیا جائے خصوصاً بڑوں، بزرگوں کو تاکہ وہ مل بیٹھ کر تنفیہ کرادیں۔ اسے قرآن کریم نے ان الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا ہے "دونوں کے اہل خانہ میں سے حکم یعنی ثالث مقرر کر لئے جائیں جو دونوں کے بیان حاصل کر کے صلح کی کوشش کریں" ⑤ پانچواں مرحلہ ایلا کا ہے اور ایلا کے معنی ہیں طلاق کے بغیر مرد اپنی زوجہ سے رشتہ ازدواج منقطع کر لے۔ اس میں اسے اختیار ہے کہ حسب ضرورت خود مدت مقرر کر لے۔ ایک ماہ، دو ماہ، تین ماہ مگر یہ بائیکاٹ یا انقطاع تعلق چار ماہ سے زیادہ کا نہ ہو۔

⑥ آخری مرحلہ طلاق کا ہے اور وہ بھی اس طرح جس طرح اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں سکھایا یعنی ایک طہر میں ایک طلاق نہ کہ ایک بارگی (ایک ہی مرتبہ) تین طلاقیں۔

طلاق کے اسباب میں سے ایک سبب ایسا بھی ہے جس میں نہ تو کوئی شرعی مجبوری ہوتی ہے اور نہ ہی اخلاقی۔ طلاق صرف اس لیے دی جاتی یا دلوئی جاتی ہے کہ نکاح بٹے کا تھا۔ ایک جوڑے کا آپس میں نباہ نہیں ہو سکا اور ان کے درمیان طلاق تک نوبت پہنچ کر معاملہ ختم ہو گیا لہذا اب دوسرے جوڑے سے بھی مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ بھی اپنا ازدواجی رشتہ ختم کر لیں، اگرچہ وہ کتنے ہی بڑے سکون اور بڑے کیف ازدواجی تعلقات و ایام زندگی گزار رہے ہوں مثلاً زید کی شادی عمر کی بہن سلمہ سے اور عمر کی شادی زید کی بہن آمنہ سے ہوئی۔ اب اگر کسی وجہ سے زید نے عمر کی بہن سلمہ کو طلاق دے دی تو عمر کے گھر والے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ عمر بھی لازمی طور پر آمنہ کو فارغ کر دے کیونکہ زید نے سلمہ کو طلاق دے دی ہے۔ باوجود یہ کہ عمر اور آمنہ خوشگوار زندگی بسر کر رہے ہیں مگر معاشرتی جبر کا شکار ہو کر وہ اپنا گھر اجاڑنے پر مجبور ہیں۔ اس قسم کی طلاق کا مطالبہ کرنے والے کس قدر گناہ کے مرتکب ہوتے ہوں گے اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے کیونکہ یہ سراسر ظلم اور زیادتی ہے۔

مطلقتہ (طلاق شدہ) عورت سے معاشرتی نا انصافی:

ہمارے معاشرے میں ایک اور نہائی مطلقہ کے بارے میں عام ہے اور وہ یہ کہ "اگر اتنی ہی اچھی ہوتی تو طلاق کیوں پاتی؟" یہ کوئی نیا سچا کہ اس طلاق میں قصور وار کون رہا ہوگا، اسباب کیا رہے ہوں گے؟ بس ایک ہی بات ملے، وہ ہے نکاح کی ناقص بنیاد۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح سلام بن مشکم القرظی سے ہوا تھا وہاں سے طلاق ہوئی تو کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں آئیں۔ کنانہ کے غزوہ خیبر میں مارے جانے کے بعد حرم نبوی ﷺ میں داخل ہوئیں۔ ان ازواج مطہرات رضی اللہ عنہما کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے کبھی کسی ایسے گمان کا اظہار نہیں فرمایا جس سے ان کے مطلقہ ہونے کو مطعون کیا جاسکے۔

مگر اس کا کیا کیا جائے کہ ہم مسلمان ہو کر بھی نبی اکرم ﷺ کی بیروی نہیں کرتے اور اپنی روش ترک کرنے پر سجدگی سے نہیں سوچتے بلکہ مطلقہ کو ہی مطعون ٹھہراتے ہیں۔

اسباب طلاق کا ازالہ و حوصلہ شکنی:

ضرورت اس امر کی ہے کہ طلاق کے معاملات میں انتہائی صبر و احتیاط سے کام لیا جائے طلاق کے اسباب کے ازالہ کی ہر سطح پر کوشش کی جائے نئے شادی شدہ جوڑوں کو ایک دوسرے کے حقوق و فرائض سمجھائے جائیں سسرال والے بہوؤں کو اپنی بیٹیوں کی طرح ہی سمجھیں اور ان کے ساتھ وہی سلوک کریں جو اپنی بیٹی کے ساتھ سسرال والوں کے ہاں ہوتا دیکھنا چاہتے ہیں۔ شوہران کے اہل خانہ زوجہ اور بہو سے اس قسم کی خدمات کی توقع نہ کریں جنہیں وہ اپنی بیٹیوں کے لئے ناگوار خیال کرتے ہوں۔ مطلقہ (طلاق یافتہ) عورتوں کو ہر صورت میں قصور وار گردانے اور انہیں مطعون کرنے کی بجائے شخصہ دل سے ان شکستہ دلوں کے معاملات کا جائزہ لیں اور انہیں نفسیاتی مریض بننے سے بچائیں۔

بچوں اور بچیوں کو شادی سے قبل و بعد نکاح اور طلاق کے مسائل لازمی طور پر سکھائے اور پڑھائے جائیں۔ چھوٹی عمر سے ہی بچوں میں دینی رجحان پیدا کرنے کی کوشش کریں اور گھر کا ماحول مصنوعی اور رومانٹک بنانے کی بجائے قدرتی اور حقیقی بنائیں تاکہ بچوں میں فطری اسلامی جذبہ بیدار ہو اور اسلامی اصولوں سے آشنائی و روشناسی کی طلب پیدا ہو۔ اسلامی اقدار کی پاس داری بہت سے دینی گھرانوں کو سکون و راحت کی وہ دولت مہیا کر سکتی ہے جس کی تلاش میں لوگ فلموں، ڈراموں، غشیات اور دیگر مفری سرگرمیوں میں اپنا وقت مال اور آبرو برباد کرتے ہیں۔



ہم کیوں نہیں سوچتے کہ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ لڑکا جنسی طور پر نا اہل نکلا ہو یا ثقہ کا عادی ہو یا اس کی مرضی کے بغیر والدین نے شادی کر دی ہو اور اس نے اس لیے طلاق دے ڈالی ہو یا جس قسم کی بیوی کا تصور اس نے اپنے ذہن میں بنھا رکھا تھا وہ اس کے برعکس ثابت ہوئی ہو اور اس کے خوابوں کی تلک کوئی اور ہو۔ یہ بھی تو ممکن ہے کہ لڑکے نے اس شریف لڑکی سے کسی غیر اخلاقی و غیر شرعی امر کا تقاضا کیا ہو اور لڑکی نے بے غیرت بننے پر طلاق حاصل کرنے کو ترجیح دی ہو۔

کیا ہمارے معاشرے میں ایسے واقعات نہیں ہوتے کہ لڑکا اپنی بیوی سے بے پردہ اپنے پاروں دوستوں میں گھس مل جانے کا تقاضا کرتا ہو اور وہ کسی ایسے شریف خاندان کی ہو جہاں غیر مردوں نے کبھی قدم رکھنے کی بھی عزت نہ کی ہو۔

کیا اس معاشرے میں اس قسم کے واقعات نہیں ہوتے کہ ایک لڑکی اپنے گھر میں سخت پردہ کا اہتمام کرتی تھی مگر میاں کے گھر آ کر اس سے یہ تقاضا کیا جاتا ہے کہ وہ وہاں کے لوگوں اور اس خاندان والوں کے رواج کا احترام کرتے ہوئے برقعہ اور چادر اتار چھینے؟

جہاں اس قدر افراط و تفریط ہو وہاں صرف لڑکی کو مورد الزام ٹھہرانا اور اس کے بارے میں یہ طے کر لینا کہ یہی قصور وار ہوگی کہاں کا انصاف ہے؟

خدا را! حقائق کی دنیا میں آئیے اور اپنے معیارات تبدیل کیجئے مفروضات پر نتائج کی عمارت کھڑی کرنے کی بجائے معاشرتی بے راہ روی کو پیش نظر رکھتے ہوئے واقعات کا تجزیہ کیجئے۔

طلاق یافتہ لڑکیوں کے بارے میں ہمارے معاشرہ میں جس قدر تنگ نظری اور بدگمانی پائی جاتی ہے اس کا تذکرہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ اسلام کے منہری اصولوں کو پھیلانے اور عام کرنے کا عمل زندگی کے ہر شعبہ میں جاری ہو۔ کیا نبی اکرم ﷺ نے مطلقہ عورتوں سے نکاح نہیں کیے؟ خود آپ ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، جنہیں ان کے پہلے شوہر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے طلاق دی تھی۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بھی حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں جو پہلے مسافع بن عقیل کے عقد میں رہ چکی تھیں اور غزوہ بدر کے موقع پر اسیر ہو کر مدینہ منورہ آئی تھیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ان سے نکاح کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں فرمائی۔ حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ آپ کی زوجہ تھیں آپ ﷺ نے ان سے قبل مسعود بن عمرو بن عمری ثقفی سے طہیحہ کی اختیار کر کے اور ام بن عبد المطلب رضی اللہ عنہا آپ کی زوجہ تھیں اور انہیں کے نکاح کے بعد مسعود رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح فرمایا۔

اسلامی کیلنڈر کی ضرورت والہمیت اور بھجری تقویم کا محرم الحرام سے آغاز

حافظ سید عزیز الرحمن

پیش نظر مضمون کی پہلی قطع سابقہ شمارے میں شائع ہو چکی ہے۔ پہلی قطع میں صاحب مضمون نے بھجری تقویم کے پس منظر آغاؤں ضرورت اہمیت اور خصوصیات پر اپنا نقطہ نظر تحقیقی انداز میں پیش کیا ہے۔ موجودہ قطع میں بھجری تقویم اور محرم الحرام سے ابتداء کے متعلق مزید تحقیق پیش خدمت ہے۔

حفظ: دوم

محرم سے سال کا آغاز:

پھر یہ مسئلہ درپیش ہوا کہ ہجرت ربیع الاول میں ہوئی تھی اور عربوں کے رواج کے مطابق ان کے سال کا آغاز محرم سے ہونا کرنا تھا۔ اس لیے علامہ شمس کی رائے کے مطابق تقریباً ہوا دو مہینے پیچھے چلے ہوئے محرم الحرام سے سن بھجری کا آغاز کر لیا گیا۔ (۳۹) دوسری رائے اس مسئلے میں یہ ہے کہ ہجرت کے ارادے اور اس سفر کی منصوبہ بندی کی ابتداء محرم ہی سے ہوئی تھی کیونکہ بیت عبید زئی الحجہ کے وسط میں ہوئی تھی۔ (۴۰) یہی بیت ہجرت مدینہ کی تہمید اور نقطہ آغاز تھا اور اس کے بعد پہلا مہینہ محرم ہی تھا (۴۱) البتہ یہی کی روائیت میں ابو موسیٰ سے مروی ہے کہ پھر یہ تجویز پیش ہوئی کہ رمضان سے آغاز ہو یا محرم سے۔ محرم کو اس لیے قبول کر لیا گیا کیونکہ فیض ج کی ادائیگی کے بعد حجاج کی واپسی اسی مہینے میں ہوئی تھی۔ (۴۲) ابن سیرین سے ابن ابی نعیم نے نقل کیا ہے کہ بعض نے رجب سے آغاز کی تجویز پیش کی تھی اور بعض نے رمضان سے اور بعض نے محرم سے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہوا: غصا من المحرم فإسلامہ شہر حرام وھو اول السنۃ و مصروف الناس من الحجۃ "محرم سے تاریخ کا آغاز کر دیکر یہ مہینہ شہر حرام میں سے ہے اور (عرب کے رواج کے مطابق بھی) یہ سال کا پہلا مہینہ ہے اور حج سے لوگوں کی واپسی بھی اسی مہینے میں ہوئی ہے۔" (۴۳) علامہ منصور پوری نے بھی اس تجویز کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب کیا ہے۔ (۴۴)

عبید بن جرییر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہوا: ان المعمر شہر اللہ وھو راس السنۃ یکسی البیت و یرفع بہ الناس "اباؤ بھجری مہینہ کا مہینہ ہے اسی سے سال کا آغاز ہوتا ہے اور بیت اللہ کا غلاف تبدیل کیا جاتا ہے اور اسی سے لوگ تاریخ کا حساب رکھتے ہیں۔"

سید بن منصور نے "سنن" میں اور ترمذی نے ضعیف الامکان میں سورۃ النجر کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص وضو المعمر وضو السنۃ (۴۶) "نوا نجر میں نجر سے مراد بھجری کی نجر ہے جس سے سال کا آغاز ہوتا ہے۔" - یحییٰ بن یزید قول حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ (۴۷)

چکہ پہلی رائے کا کہنا ہے کہ صحابہ کرام نے ہجرت نبوی رضی اللہ عنہ کو اسلامی تقویم کا نقطہ آغاز قرار دینے کے لیے اس حکم قرآن کو بھی پیش نظر رکھا ہے جو اہل نبی کی شان میں وارد ہوا ہے۔ سورۃ البقرہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَمَّا مَسَّ عَلسُ النُّفُورِ مِنْ أُولَى الْأَیْمِ اسْجُدْ وَاقْبَلْ الْفُتُورَ﴾ جس کی بنیاد روزِ اول سے ہی تقویم پر رکھی گئی ہے، اس لائق ہے کہ آپ اس میں (زمانہ کی غرض سے) کھڑے ہوں۔"

یہ بات تو معلوم ہے کہ اس آیت میں "اول یوم" سے مطلق یوم ہر اڑتک ہے۔ اس سے یہ معین ہو گیا کہ یہ کسی مفسر نے کی طرف مصناف ہے اور وہ اول روز وہی ہو سکتا ہے جب اسلام کو عزت ملی اور نبی کریم رضی اللہ عنہ نے مہینہ وطمینان کی حالت میں اپنے پروردگار کی عبادت کی اور اس کی ابتداء بنائے مسجد سے ہی ہوئی تھی۔ اس امر سے اور صحابہ کرام کی رائے سے یہ سمجھا کہ اول یوم سے یہاں اسلامی تاریخ کا روز و اول مراد ہے۔ (۴۸) ابن جریر کے قول اس سے متاثر ہو کر بھی مسمیٰ ہیں کہ "اول یوم" سے مراد مدینہ منورہ میں آپ رضی اللہ عنہ کے داخلے کا روز و اول ہے۔ (۴۹) زرقانی نے ابن نعیر کے حوالے سے پہلی کی توضیح کو کھلف و تصحیف قرار دیا ہے۔ (۵۰)

نتیجہ منظر یہ ہے کہ چونکہ عام طور پر عربوں کے ہاں بھی سال کا آغاز محرم الحرام سے ہوتا ہے اس لیے اسلامی تقویم کے لیے بھی اسی کو اختیار کر لیا گیا اور یہ مشورہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہوا کہ اس کی وجہات اور بھی ہیں جیسا کہ بیان ہوا۔

تقویم اسلامی کے غلاف میں تاریخ کی وجہ:

عام انسانی ضرورت کے پیش نظر چاہیے تو یہ تھا کہ اسلامی تقویم کا آغاز اسی وقت ہو جاتا جب مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی گئی تھی لیکن آنحضرت رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں تو اور دوسری نوعیت کی ضروریات تھیں

تاریخ لکھنے کا حکم آیا تھا۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اہل خراسان کے ہاں آپ ﷺ کے کئی خطوط و محدث، ہجرت اور تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں۔ (۶۲) ان میں کسی میں بھی کوئی تاریخ مذکور نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ سے متعلق رکھنے والی روایات اور چیز کی صحابہ کرام علیہم السلام اور بعد کے مسلمانوں نے جس طرح حفاظت کی ہے اس کے پیش نظر یہ باور کرنا ممکن نہیں کہ انہوں نے اس تاریخ کا ذکر نہیں کیا ہوگا۔

⑤ آپ ﷺ نے ۵ ہجری اور اس کے بعد مختلف مسلمانین کو دعوتی خطوط تحریر فرمائے تھے۔ ان میں سے چھ خطوط اب بھی اپنی اصل حالت میں محفوظ ہیں اور ان کے کس سے کس کو کتب میں شائع ہو چکے ہیں۔ (۶۳) ان میں کہیں بھی کوئی تاریخ درج نہیں ہے حالانکہ نصابی جرائد کو آپ ﷺ نے یہ خط ۵ ہجری میں ارسال فرمایا تھا (۶۴) اس اعتبار سے بعد کے تمام خطوط میں تاریخ درج ہونی چاہیے تھی۔

⑥ اس روایت کو قبول کرنے والوں نے سخاوی کے جس قول کو دلیل بنایا ہے وہ خود اس بارے میں اپنی رائے کو حتمی قرار نہیں دیتے بلکہ صرف روایت ذکر کر کے کہتے ہیں جو لوگ ان جست لیبکوں... کو اپنی اگر یہ روایت ثابت ہو جائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ کا قبیح تر اور مایا جائے گا لیکن دیگر روایات سے یہ بات ثابت نہیں ہے۔

⑦ سب سے اہم بات یہ ہے کہ اگر یہ معاملہ حضور اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں طے ہو گیا تھا تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کس بارے میں مشورہ کیا تھا جس کے متعلق روایات بالکل واضح اور اس کو حوت سے ہیں کہ ان کے متعلق بے گنہ کسی شاذ یا نثری روایت کو ترجیح دینا ممکن نہیں۔

⑧ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ”نبی کریم ﷺ کے مدینے آنے تک وہاں تاریخ کا دستور نہ تھا۔ چنانچہ اہل مدینہ آپ ﷺ کی تعریف آوری سے ایک مہینہ، دو مہینے شمار کرنے لگے اور ان کا یہی چلن رہا تا آنکہ رسول اللہ ﷺ کا زمانہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے چار سال بھی یوں ہی گزرے۔ اس کے بعد تاریخ وضع کی گئی۔“ (۶۵)

⑨ امام احمد امام بخاری، ابن عساکر، ابن عساکر، حاکم، مسند بن اسحاق، ابن حجر وغیرہ کی روایات اور ذاتی آثار (۶۶) سے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ سلسلہ تقویم اسلامی کے موسس حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان ہی کے عہد مبارک میں صحابہ کرام علیہم السلام رضوان کے عہد سے یہ تقویم وضع کی گئی۔

یہ نہ کرنا جیت کی بیدارگی سے شروع کیا گیا ⑩ ایسا انیسویں میں بھی جس قدر سن رائج ہوئے ان سب کی ابتداء بیدارگی، بحث، شناسائی اور کسی ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں انتقال حکومت کے واقعے سے ہوتی ہے اور اس رسم کے بانی اور موسس بھی ایرانی ہی ہیں کہ بہ بادشاہ گزشتہ منسوخ کر کے اپنی تخت نشینی کا بیان جاری کرے اور اسے سب ملوکوں کا کہا جائے ⑪ عربوں میں لکھنے پڑھنے کا کوئی خاص زمانہ نہ ہونے کی وجہ سے ان کا خاص فن نہیں تھا بلکہ وہ مخصوص واقعات کے اعتبار سے اپنے سالوں کا حساب رکھا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ کی ولادت سے قریب کے زمانے میں ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص واقعہ تھا، اس کا اظہار کرتے ہوئے ان کے ہاں عام اہل رائج تھا۔ اس کی کچھ تفصیل پہلے گزری ہے۔

● ہجری قمری تقویم میں ہفتے کا آغاز جمعہ المبارک سے ہوتا ہے۔ (۵۷)

● ہجری تقویم میں شریک، نجوم پر مبنی یا بت پرستی وغیرہ کا شائبہ تک نہیں ہے۔ اس کے مکتوبوں اور دنوں کے ناموں کو کسی دیوبندی یا دیوتا سے کوئی نسبت نہیں۔ (۵۸)

● سابقہ مشرکتوں میں بھی دینی مقاصد کے لیے یہی قمری تقویم رائج تھی۔ بعد میں لوگوں نے اس میں تحریف اور ترمیم کرتے ہوئے اسے قمری یا صرف شمسی تقویم میں بدل ڈالا۔ لیکن ہجری اسلامی قمری تقویم الحمد للہ ہر طرح طے لگنے پہلے سے محفوظ ہے۔ (۵۹)

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

مسلمان خراسان کی جو روایت سخاوی کے حوالے سے پہلے بیان ہوئی اس میں یہ بھی مذکور ہے جو لوگ ان جست لیبکوں کو عصر متبعاً لا مستحکم کہے (۶۰) اپنی اگر یہ بات بت ہو جائے کہ تقویم کا آغاز حضور اکرم ﷺ نے کیا تو اہل آنحضرت عمر رضی اللہ عنہ تقویم ہجری کے سلسلے میں آپ ﷺ کی جدوری کرنے والے ہوں گے اس کے باوجود یہ باتیں اس سے بعض حضرات (۶۱) کو یہ غلط فہمی ہو گئی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تقویم ہجری کا آغاز نہیں کیا بلکہ اس کا آغاز آپ ﷺ کے دور میں ہی ہو چکا تھا۔ قرآن و شواہد کے رو سے یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی بلکہ اہل آنحضرت کی موجودگی میں تمام اہل خراسان کی روایت کی بنیاد پر یہ فیصلہ کرنا درست نہیں۔ اس سلسلے میں عہدِ نبویؐ کا ماحول بھی غور کرنا چاہیے:

① ان روایت میں ذکر ہے کہ اہل خراسان کو جب آنحضرت ﷺ نے دعا لکھا تو اس میں آپ ﷺ نے

(۳۶) ابو الفضل شہاب الدین سید محمد راکری بغدادی کی روح المعانی کی دارالاسیاء التراث العربی ج: ۳۰ ص: ۱۱۹

(۳۷) قاضی شامی شامی پانی پتی کی تفسیر مکتوبی کی شاعت المطبوعہ طبع: ۲۰ ص: ۲۵۳

(۳۸) عبد الرحمن بن عبد اللہ السیسی طبرستانی فی اللفظ کی دارالعرفان بیروت ج: ۲ ص: ۳۲۶

(۳۹) ابن حجر مفتح الباری ج: ۱ ص: ۳۲۱

(۵۰) فوز قاسمی ج: ۱ ص: ۳۵۲

(۵۱) سید فضل الرحمن جہادی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی زوارہ کیڈی جلی کی نشر کر پانی ج: ۱ ص: ۳۲۲-۳۲۳

(۵۲) دارالاعلان ج: ۳ ص: ۱۷۳

(۵۳) پرویز غفر احمد السورۃ النبویہ کی ششماہی السیرۃ کر پانی شامہ: ۱ جون ۱۹۹۹ ص: ۱۱۹

(۵۴) سلیمان منصور پوری کی حرمۃ للمعالمین ج: ۲ ص: ۳۵۱

(۵۵) ابوالکلام آزاد کی حرمۃ رحمت ج: ۱ ص: ۲۷۷

(۵۶) حرمۃ للمعالمین ج: ۱ ص: ۳۵۱

(۵۷) پرویز غفر احمد السورۃ النبویہ کی شامہ: ۱ ص: ۱۱۹

(۵۸) ایضاً (۵۹) ایضاً ص: ۱۷۵

(۶۰) الکتاب فی الترتیب الادبیہ ج: ۱ ص: ۱۸۱

Journal of Islamic studies karachi university, p: 12 (۶۱)

(۶۲) ڈاکٹر حمید اللہ خان خانقاہی کی سیاسی ج: ۱ ص: ۱۸۰ تا ۱۸۵

(۶۳) ابن حجر مفتح الباری ج: ۱ ص: ۳۲۲ کی حرمۃ للمعالمین ج: ۱ ص: ۱۱۹

(۶۴) خانقاہی الادبیہ ج: ۱ ص: ۱۸۱

(۶۵) حرمۃ للمعالمین ج: ۱ ص: ۱۷۳

(۶۶) ابن حجر مفتح الباری ج: ۱ ص: ۳۲۲ کی حرمۃ للمعالمین ج: ۱ ص: ۱۷۳

(۶۷) خانقاہی الادبیہ ج: ۱ ص: ۱۸۱

(۶۸) حرمۃ للمعالمین ج: ۱ ص: ۱۷۳

ان نکات کی روشنی میں اس بارے میں قصار نماجی جبران والی روایت پر کوئی اعتراض کیا جا سکتا۔

خلاصہ بحث:

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ اور محمد مبارک میں ضرورت نہ ہونے کے سبب اسلامی تقویم کا آغاز نہ ہو سکا۔ آپ ﷺ کے بعد محمد صدیق اکبر ﷺ کے مختصر ایام میں بھی کوئی ان کوں مشکلات اور مہمات کے سبب اس جانب توجہ نہ دی جا سکی۔ محمد صدیق فاروقی ﷺ کی طرف سے جب ضرورتیں برپا ہوئیں اور اسلامی ریاست کی بنیاد پڑی تو حضرت عمر فاروقی ﷺ کی توجہ اس جانب مبذول ہوئی۔ انہوں نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مشورے اور حضرت علی ﷺ کی رائے سے ہجرت نبوی ﷺ کو اسلامی تقویم کا آغاز قرار دے کر اس سے اسلامی سال کا آغاز کیا۔ چونکہ ہجرت مدینہ رخ الاول میں ہوئی تھی اور عربوں کا سال محرم سے شروع ہوتا تھا، اس لیے حضرت عثمان ﷺ کے مشورے سے محرم سے اسلامی سال کا آغاز ہوا اور محرم الحرام ۱ ہجری مطابق ۱۶ جولائی 622ء ہوئی۔

16 جولائی 5335 جولین 3 آگ 26,4382 سالوں 679 سمت پرورش کو ہجری تقویم کا باقاعدہ آغاز

قرار دیا گیا (۶)۔ ہجری تقویم کا باقاعدہ آغاز اور پہلی مرتبہ استعمال محمد فاروقی میں 30 جمادی الاخریٰ 17ھ

مطابق 12 جولائی 638ء بروز اتوار کو ہوا۔ (۶۸)

خوارزمی (رحمہم اللہ) نے محمد بن عبد اللہ بن علی بن ابی طالب کی حرمۃ رحمت کی روایت سے تصدیق کی

حوالہ جات

(۳۶) شامی شامی پانی پتی کی تفسیر مکتوبی ج: ۱ ص: ۳۲۱

(۳۷) ابن حجر مفتح الباری ج: ۱ ص: ۳۲۲ کی حرمۃ للمعالمین ج: ۱ ص: ۱۱۹

(۳۸) عبد الرحمن بن عبد اللہ السیسی طبرستانی فی اللفظ کی دارالعرفان بیروت ج: ۲ ص: ۳۲۶

(۳۹) ابن حجر مفتح الباری ج: ۱ ص: ۳۲۱

(۵۰) فوز قاسمی ج: ۱ ص: ۳۵۲

(۵۱) سید فضل الرحمن جہادی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی زوارہ کیڈی جلی کی نشر کر پانی ج: ۱ ص: ۳۲۲-۳۲۳

(۵۲) دارالاعلان ج: ۳ ص: ۱۷۳

بزم اطفال

● کیا نبی کریم ﷺ نے اپنے بعد کسی کے دعویٰ نبوت کے متعلق خبر دی ہے؟
نہی جی ہاں! احدیث شریف میں واضح الفاظ میں نبی کریم ﷺ نے اپنے بعد کسی (30) ایسے افراد کی خبر دی ہے جو دعویٰ نبوت کریں گے۔

● نبی کریم ﷺ نے ان دعویان نبوت کے متعلق کیا فیصلہ صادر فرمایا ہے؟
نبی کریم ﷺ نے واضح الفاظ میں فرمایا ہے کہ وہ (دعویان نبوت) جھوٹے ہوں گے۔

● کیا نبی کریم ﷺ نے دعویان نبوت کی سرکوبی فرمائی ہے؟

نہی جی بالکل! نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں دعویٰ نبوت اسوہ نبی کو داخل نہیں کیا گیا اور دوسرے دعویٰ نبوت مسلک کلابیہ کی سرکوبی کے لیے خود نبی کریم ﷺ نے لشکر روانہ فرمایا تھا۔

● نصرت کا دعویٰ کرنے والے افراد کی تعداد کتنی (30) بیان کی گئی ہے؟ کیا یہ تعداد جتنی ہے؟

دعا ان کو کرے بڑے بڑے نبی بد بخت نبوت کا دعویٰ کریں گے لیکن ان میں سے 30 وہ ہوں گے جن کا قصہ اور دنیا پاک و جود اس کے سلسلہ کو پریشان کرے گا۔ امام ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح بخاری میں امام بیہقی سے ایک روایت ذکر کی ہے جس میں 70 دعویان نبوت کا ذکر ہے۔ ہر ایک ان میں سے 30 امت سلسلہ کو پریشان کریں گے اور باقی اپنی موت آپ مر جائیں گے۔

● کیا حدیث یا روایت کی جو مرزا قادیانی بھی ان 30 ملعونوں میں شامل ہے؟

نہی جی بالکل! وہ مرزا قادیانی کے عقائد و نظریات امت مسلمہ میں انتشار و فتنہ اور کفر و ارتداد پھیلانے کا باعث ہے۔ جس میں کوئی شک نہیں کہ اس ملعون قتلے نے ایک صدی سے امت مسلمہ کے فاک میں دم کر رکھا ہے لہذا مرزا قادیانی کا یہ 30 ملعون ملعونوں میں سے ہی ہے۔ اسوہ نبی اور سید کذاب سے سلسلہ پیچا بہ مرزا غلام قادیانی تک تقریباً 100 حدیث و روایات کے دعویٰ نبوت کیا ہے جبکہ مرزا قادیانی کے ماننے والوں میں تقریباً 100 ملعون مرزا قادیانی دعویٰ کیا ہے۔

قائد اہل سنت : حضرت علامہ شاہ احمد نورانی مدینی

اور

مجاہد تحریک ختم نبوت : مولانا صفی ایاز خان نیازی

کی قائم کردہ مجاہدین ختم نبوت پر مشتمل تنظیم

فکر نیازی ختم نبوت پاکستان

اشاعت اسلام خصوصاً تحفظ ختم نبوت کے لیے میدان عمل میں ہے۔ 1973ء میں قائم کر دہ

”تنظیم فدایان ختم نبوت“ کی 1995ء میں ”تحریک فدایان ختم نبوت“ کے نام سے پیشہ مندی گئی۔

2000ء میں ”تحریک فدایان ختم نبوت“ اور ”تحریک تحفظ ختم نبوت“ کو فوج کر کے معزودہ تنظیم

”فدایان ختم نبوت“ کی بنیاد رکھی گئی۔

اس وقت فدایان ختم نبوت پاکستان کے سرکاری امیر شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی اور سرکاری ناظم اعلیٰ خلیفہ پاکستان حضرت مولانا خان محمد فاروقی ہیں۔ ان حضرات کی با علم و عمل اور متحرک قیادت نے فدایان ختم نبوت کو مقام ختم نبوت کے تحفظ کے لیے بہت جلد المسدت و جماعت کی مستند اور نما کندہ تنظیم بنایا ہے۔

فدایان ختم نبوت کے جملہ مہم پردازان کی جانب سے تمام مؤمنین کو اس قافلہ عشق و مستقی میں شمولیت کی دعوت ہے جن کی اس اہم مسند کی پیروی و با عمل قیادت کے ساتھ تحفظ ختم نبوت کا علم تمام

خوشخبری

جنوری 2010ء سے

فکرا از خاتم النبوت پاکستان کے ترجمان

العاقب

کی نئی ممبرشپ کا آغاز ہو گیا ہے

ممبرشپ حاصل کرنے کے لیے زیر سالانہ **300** روپے

مع نام ایڈریس اور موبائل نمبر جمع کروائیں

جامع مسجد رحمتہ للعالمین

برائے منی آرڈر

مدینہ کالونی ملتان روڈ، نزد گریڈ بیٹری سٹاپ متصل شیل پٹرول پمپ، لاہور

0321-4370406/0314-4250505

معلومات